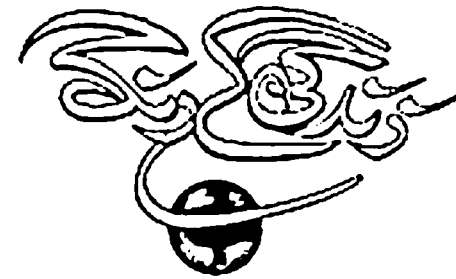


سر سبز تر و تازہ تراشی ہوئی گھاس کے وسیع فرش  
وہ سب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ احمد  
آج ہی اسٹیلین طوطے لایا تھا۔ درمیان فریل اور درود  
تپتی تپتی بڑے اشتیاق سے پنجرے کی جالیوں میں  
سے بھانک بھانک کر رنگ برنگے طوطوں کو دیکھ رہی  
تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پہ اپنے کورس کی کتاب میں  
کلمن جو ریہ نے پائیند کی سے انھیں دیکھا اور روئے  
نخن احمد کی طرف موڑا۔  
"احمد بھائی! آپ ہر روز نئے پرندے کیوں قید  
کرنے کے لیے لاتے ہیں؟"  
"دیکھو تو انہیں نئے نئے مزے کی چیزیں بھی  
ملتا رہا ہوں اور بے شمار سوتھیں پنجرے میں میا کر  
رکھی ہیں۔ تمہارے شعر نہیں سننا۔  
جنہیں سونے کے پنجرے میں غذا مل جائے چاہی کی  
انہیں پھر مگر بھر آزادیاں اچھی نہیں لگتی  
"بھائی! یہ آپ کا خیال ہے درود قید چاہے کسی کی  
نویت کی ہو قید ہوتی ہے۔ چاہے اسے کھاس ۱۱ لایا  
کھاس ہو طوطیل میں رہنے والا قیدی ہی ہوتا ہے۔  
دور یہ باقاعدہ بحث پر اتر آئی۔ مگر احمد وہاں طوطوں کی  
ناز برداری میں مگن ہو گیا تھا۔  
دورہ آپ نے اتنی خیر نکا: ہوں سے غریب کی طرف  
دیکھا۔  
"ہوں! اے کھاس کا قیدی۔ مثل تو برور ہو گا  
بہ تو دیکھ پے ہاتھ مار کر بھی تو رعنا بھی ان دیکھا

نبیلہ بیک



قریب آگئی۔ حور یہ نے منظر سے ہٹ جانا ہی غنیمت سمجھا اور کتاب اٹھا کر جھولے کے پاس آگئی۔ ساری توازیں اور مسکراہٹیں پیچھے رہ گئی تھیں۔

بے زبان جانوروں کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ ہی حساس تھی۔ پچاسیاں نے تیرپاں رکھا تھا جبکہ احمر بھائی نے دنیا جہان کے طوطے چڑیاں جمع کر رکھے تھے۔ حور یہ بڑے دھڑلے سے پچاسیاں اور احمر بھائی کے سامنے بچرے کے بے زبان قیدیوں کا رونا روئی جس پہ پورا گھر خاص طور پر غزل اس کا مذاق اڑاتی مگر باسیاں اپنی چھوٹی اور لادنی بینی کے ان نازک خیالات کی بے حد قدر کرتے۔

اباسیاں گاڑی سے جو ای اترے حور یہ سامنے آگئی اور معمول کے مطابق سلام کرتے ہوئے ٹخن ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر غسل خانے سے باہر آئے تو دروازے کی نرے سجائے ٹخن ہی کے انتظار میں تھی۔

اباسیاں کی دفتر سے واپسی پہ شام کی چائے بڑے اہتمام سے لی جاتی تھی 'آج بھی رعنا نے پکوڑے بنائے تھے۔'

اباسیاں کسی دنیوی پریشانی کا ذکر کر رہے تھے۔ کلثوم توجہ سے سن رہی تھی۔ اسد بھائی آگئے تو رعنا ان کے لیے مزید چائے اور پکوڑے لینے کچن کی طرف چلی گئی۔

اسد کی متلاشی نگاہیں دروازے کو دھونڈ رہی تھیں۔ وہ چائے کا کپ لے کر پہلے ہی اندر کمرے میں جا چکی تھی۔ رعنا اور حور یہ یہ اس کی بے قراری ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے یہ بات ممکن بھی نہیں تھی اور جب اسد اور دروازے کی منتہی ہوئی تھی تب سے اسد کا دروازے پر روشن میں آنا جانا بھی بوجھ گیا تھا۔ بول چال اور ملاقاتوں پہ ویسے بھی پابندی نہیں تھی 'شروع سے وہ اکٹھے پلے بڑھے تھے اور ساتھ کھیل کر جوان ہوئے تھے۔ اباسیاں اور کلثوم کو بیٹیوں کو دی گئی تربیت اور کردار یہ

اعتقاد تھا اس لیے یقین واثق تھا کہ اس حوالے سے کوئی مسئلہ نہیں اٹھے گا۔

دورہ چائے کا خالی کپ لے کر باہر نکلی تو اسد کی آنکھوں میں روشنی سی آگئی۔ اباسیاں عصر کی نماز کے لیے اٹھ چکے تھے۔ ان دھوکہ پر رہی تھیں۔ حور یہ حسب معمول کتاب میں مگن تھی رعنا کچن میں چائے کے برتن دھو رہی تھی اسد کے لیے کھانا تیار کرنے کا برا مناسب موقع تھا۔

تم ہی ہو ہمارے حواس پہ چھائے ہوئے آج اس باب کو ہم سرخام کتنے ہیں دورہ اس کے اس طرح شہر بڑھنے پہ جھنجھکی

گئی۔ 'بھہاز میں جہنم'۔ 'بھہرہٹ میں وہ کسی کہہ سکتے ہیں رعنا ہاتھ پونچھتی کچن سے برآمد ہوئی اسد کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

حور یہ اس وقت پچا کے ڈرائنگ روم میں سرینا سے پڑ پڑا تھیں کر رہی تھی۔ اس کی شانہ و شوہ اور بلور دی شو فر دیکھنے والے کو بخوبی اس کی احساس دلاتے تھے۔

ترجمہ جانے کیوں سرینا کو دیکھتے ہی تنہا چڑھا لیتیں۔ وہ بے چاری شرجیل سے فرنگ میں خیریت دریافت کرتی جواباً وہ کہتا۔

"امی سرینا پوچھ رہی ہے آپ کیسی ہیں؟" خولہ پوچھتی ہوتے (ظاہر) "ٹھیک ہوں گدا" کہہ کر اس کا منہ دیکھنے لگتیں۔ "تو نہ ذرا دیر سہلا کر کہتی۔"

"ٹھیک یو ٹھیک یو۔" سرینا کے مسلوں کی فریٹھیک یو پر ہی اُکرتی۔

آج اس نے منگے بوٹھیک کا سلا سلا یا فیروال کا لور بڑے نازک سے کرم کمر کے ہائی ہیل جلال ام رکھے تھے۔ حور یہ کو تو وہ بہت اچھی لگی 'فرزل' سرینا کے سامنے ہی اراد میں حور یہ سے کہا۔ "تمہیں پتہ ہے سرینا نے یہ جوئے پہاڑ

تے تھے میں لیے ہیں؟" اس کا اشارہ سرینا کے کلا رنگت والے پاؤں میں مقید کرم کمر کی نازک جوتی کی طرف تھا۔ جب بھی سرینا آتی وہ حور یہ سے ضرور پزل لینا نہ بھولت۔

حور یہ ابھی جوتوں کی قیمت کا تعین کر رہی تھی کہ فرزل نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"دیکھو سرینا نے آج ہی مجھے یہ شوڈ دلائے ہیں ہار۔ نو ہزار کے ہیں۔ نو ہزار سمجھتی ہو ہزار ہزار کے انٹ اپنے ہاتھ سے دکان والے کے ہاتھ پہ رکھے ہیں اس کا انداز سراسر تاؤ دلائے والا تھا۔ حور یہ کو بھی لگا۔ اب اس سے پہلے کہ تو تو میں میں ہوتی غزل نے اعلان رفق کر دیا۔

"کھانا تیار ہو چکا تھا۔ سرینا کی پر غلوں دعوت پہ اسے بھی ساتھ دینا پڑا۔

کھانے کے بعد غزل پی کر سرینا نے شو فر کے ساتھ فرزل کے ہمراہ واپس چلی گئی۔ واپسی کے سفر میں فرزل ضرور اس کے ہمراہ جاتا۔ بلور پھر خاصی دیر بعد

دورہ سرینا کے جاتے ہی اپنے پورشن میں آگئی۔ اور شرجیل کا غیر واضح سا تعلق اس کے ذہن کو بڑا کرنا۔

"میں کیوں مری جا رہی ہے شرجیل کے لیے؟" ایسا کیا لگے لیا ہے۔ کون سے لعل جڑے ہیں لڑاں بھائی میں جو بے چاری سرینا مر گئی ہے۔

\*\*\*

ال اور کلثوم کی جب شادی ہوئی تھی اس سے کم دو پہلے ہی بابل نے ایک پراسپوٹ لوار سے میں ان کی شہانہ کی تھی۔ سورہ کی پیدائش کے فوراً بعد اس دن دنیا میں وارد ہو گئی تھی۔

پچھلے چارے تین سال بعد حور یہ چل تکی تھی۔

ال اور کلثوم تین بچوں کی ماں بن چکی تھیں۔

ال اور کلثوم نے کے باعث کلثوم کہیں

سے بھی تین بیٹیوں کی ماں نظر نہیں آتی تھی۔ گھر کے تمام کام کاج اپنے ہاتھوں سرانجام دینے کی وجہ سے جسم دیباہی چھریا لور گدا تھا زیادہ سے زیادہ دورہ اور رعنا کی بڑی بہن نظر آتی۔ حور یہ کو امی سے والہانہ لگاؤ تھا۔ دونوں ہی اپنی بیٹیوں کو بے حد چاہتے تھے۔ انہوں نے بیٹا نہ ہونے کی خواہش کو روک نہیں بنایا تھا اور ان بیٹیوں کی تعلیم و تربیت پہ بھرپور توجہ دی تھی۔

شادی کے بعد بلال نے سب بھائیوں کے ساتھ مل کر رہنے کو ترجیح دی تھی۔ گھر ان کے دادا کے زمانے کا تعمیر کردہ تھا اور اس وقت کے لحاظ سے خلاص و وسیع و عریض اور ٹھیک ٹھاک گنجائش رکھتا تھا۔ تیار نے بیٹے کی شادی کی تو اوپر تین کمرے اور ڈرائنگ ڈائننگ روم کے ساتھ ساتھ دوم اور کچن بنوایا تھا۔

خود بلال کا پورشن کھانا کھلا اور ہوا دار سا تھا۔ تین کمروں کے ساتھ ڈرائنگ روم اور اسٹور بھی تھا۔

دورہ اور رعنا دونوں اپنی تعلیم مکمل کر چکی تھیں۔ دورہ کی ڈیڑھ سال پہلے رؤف پچا کے بیٹے اسد کے ساتھ منگنی ہوئی تھی 'اسی منگنی کی تقریب کے دوران رعنا اسد کے دوست فرجیم کو پسند آئی۔ پچا اور رؤف کے توسط سے رعنا کا رشتہ فرجام سے طے پایا اب اسی سلسلے میں انہیں شادی کی جلدی تھی۔ کلثوم اور بلال دورہ کے ساتھ ساتھ رعنا کے فرض سے بھی جلد از جلد سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

بلال کی تنخواہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ کچھ رقم بچت اسکیموں میں بھی انویسٹ کر رکھی تھی۔ پھر کلثوم شروع سے ہی خاصی کفایت شعار اور سلیقہ مند تھی۔ تین بیٹیوں کی ماں ہونے کے ناتے اسے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ رعنا دورہ اور حور یہ کے لیے جیز ساتھ ساتھ ہی تیار کرنا ہو گا۔ اپنے اس احساس کو اس نے عملی جامہ پہنانے میں درم نہیں کی تھی 'یہی وجہ تھی اب دورہ اور رعنا کے لیے اکثر چیزیں خریدی جا چکی تھیں۔

"بلال! میں چاہتی ہوں کہ وردہ اور رعنا کے ساتھ ساتھ حوریہ کے بارے میں بھی جلد ہی کوئی حتمی فیصلہ کر لیا جائے۔" کٹھن ہمت سنبھلے گئی۔  
 "ہوں۔" بلال نے ہنکارا بھرا۔

"بھائی میاں کا بھی یہی خیال ہے مگر ہندری حوریہ کے ارادے بہت بلند ہیں۔ وہ لیلیٹنڈ اور ذہین لڑکی ہے۔ ایم۔ اے کے بعد صحافتی میدان میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتی ہے مگر بھائی میاں کو بھی تمہاری طرح جلدی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ابھی حوریہ کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔" وہ سچائی سے بولے تو کٹھن الجھ بی گئی۔

"کیوں آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"  
 "اس لیے کہ حوریہ اپنی تعلیم مکمل کر لے۔" کٹھن انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"بلال میرا خیال ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کے فرائض سے جتنی جلد سبکدوش ہو جائیں، بہتر ہے خیر آپ کی مرضی۔ لیکن وردہ اور رعنا کے سرسری دانوں کو جلد ہی تاریخ بنانا پڑے گی۔"  
 "تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ابھی روٹف بھائی سے بات کر لیتا ہوں۔" وہ اٹھ کر بھائی کے پاس چلے گئے۔



شرجیل شادی کے دعوئی کارڈز پہ مہمانوں کا ہم لکھ رہا تھا اس کام میں حوریہ بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔  
 "میرا خیال ہے کہ سرینا کے پاس امی کے ساتھ جانا پڑے گا۔ تم اور چچی بھی تیار رہنا۔ سہیں دیے بھی وہ بہت پسند کرتی ہے۔" کارڈ خود دینے جاؤ گی تو خوش ہو جائے گی۔ "وہ کچھ دیر کے لیے لکھتا موقوف کر کے بولا تو حوریہ نے بڑے مصروف سے انداز میں اثبات میں سر ہایا۔

"یہاں پر سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے اسے کون پہنچی دے گا۔ انگریزی جاننے والے گھوٹکھٹ میں ہوں گے۔" وہ شرارت سے مسکائی۔

"اے لال تو مت کہو خود سرینا کی انگریزی بھی اہلی لتکڑی سی ہے وہ تو فریج ہی بولتی ہے۔ بس تم لوگوں کے ساتھ وہ جلد بولنے کی۔۔۔ نیکہ۔ انگریزی میں گفتگو کر رہی ہے بلکہ وہ تو کہتی ہے کہ غزل اور درجین کی انگریزی بہت اچھی ہے۔ خود سرینا کہتی ہے کہ میں نے پاکستان آکر ہی انگریزی کے کچھ جملے سیکھے ہیں بس جہاں سے اس کی انگریزی کی حد ختم ہوتی ہے وہیں سے میں مترجم کے فرائض سرانجام دینا شروع کر دیتا ہوں۔" وہ لگاؤ لے لے میں بولا تو حوریہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

"شرجیل بھائی! ایک بات پوچھوں؟"  
 "پوچھو بھئی۔" وہ مگن سا تھا جین اس وقت غزل کے آواز دینے پہ وہ باہر چلا گیا تو حوریہ کی الجھن دوا کی توں رہ گئی۔

بھلا سرینا کا شرجیل کے ساتھ کیا تعلق ہے؟  
 سرینا شرجیل سے عمر میں آٹھ نو برس بڑی ہے اس کا مذہب مولیٰ جہاں رسم رواج ہر چیز ہم سے جدا ہے مگر اس کے تہ عمر میں بچا میاں کے گھرانے یہ اس کی نوازشات در نوازشات کا سلسلہ۔ شرجیل کو اکثر یہ کہہ سنے تھا کہ "دینا تقریباً روزانہ فایہ اشار ہو لڑکوں کا دوزخ کردانا۔ موبائل پہ اسے لمبی لمبی پکڑ کر لے رہا ایک ایک انداز پر زبان خاموشی کسی خاص قسم کی اظہار کرتا تھا مگر شرجیل اس کا ذکر عام سے انداز میں کرتا۔

خولہ چچی اور غزل کا رویہ سرینا سے کلنی ہنگ تھا۔ ہی اس حد بھائی اپنے آپ میں گمن نظر آتے۔ سرینا کا ذکر اچھے انداز میں ہی کرتے اور کبھی بھی چھیننے کی خاطر کہتے کہ۔  
 "کاش کوئی سرینا شرجیل کی طرح ہمیں بھی گھاپ ڈال دے تو اپنی تو قسمت ہی بدل جائے۔" دور دورہ کی شرارت جن جاتی مگر وہ ناراض ہو جاتی۔  
 ایسی ہی ایک ہستی شرجیل کی مستیتر بھی حورہ تازہ جو پنجب کے ایک دور دراز کے گاؤں میں رہتی تھی۔ وہ ان پڑھ نہیں تھی مگر۔ اپنے تمام تر اظہار

اور مزاجی کے باوجود وہ حوریہ کو بہت اچھی قسمی تھی۔ اس نے اسے لگتا جیسے تازہ وہ نہیں ہے جو در حقیقت غامض لڑکی ہے۔ وہ شرجیل کا چھوٹا بھائی تھا۔ سال بچہ لہ بند راہینڈی اسلام آباد کے پتھر لگتے تو تمام رشتہ داراں سے ملاقات ہو جاتی۔ ایسی ہی ایک ملاقات میں ازبک سامنا سرینا سے ہوا تو اس نے بڑی حسرت سے اس کو دیکھا اور پھر کرید کرید کر شرجیل سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بڑی صفائی سے اپنے احساسات بھپایا۔

تازہ ذرا اسی بات پہ بھڑک اٹھی تھی۔ قوت ادا اس میں نہ ہونے کے برابر تھی مگر شرجیل نے اس نے بھی تیز آواز میں بات نہیں کی تھی۔ اس کی گفتگو بولی تو وہ پورے مینے ماہوں کے مگر رہی اس دوران سرینا برابر آتی جاتی رہی۔ اس نے تازہ سے اپنی بار شرجیل کو وسیلہ بنا کر بات کرنے کی کوشش کی۔

اس نے اس کا لہجہ سنا تھا۔ تم اس کی شکل کو کیوں اتنا بلی ہو رہی ہیں؟ ہمارے ملک میں بھی ایسی بہت سی لڑکیاں ہیں۔" غزل اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔  
 سرینا کی طرح تازہ بھی حوریہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

حکماً ہی اس کے تیور درشت ہوتے پر حوریہ جانتی تھی کہ تازہ کا دل بہت نرم ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں کی بات اور اپنے قد کی مالک تھی۔ گندمی چروا بیٹھے غزل۔ "جانیہ کھینڈوالے کو بھلا ہی لگتا۔"  
 حوریہ کے ساتھ اس کی بہت دوستی تھی۔ چھوٹے بھائی کی بیوی بارہا اسے اپنے گاؤں آنے کی دعوت دیتی تھی۔ اس بار جب وہ تکی تو حوریہ کے لیے لاس طور پہ تکی کر رہا تھی کہ سوٹ لے کر تکی جو وہ لہجہ تازہ کے ساتھ سوات پس کر گئی۔ تازہ نے اسے دیکھا تو اس کی خوشی سے چھوٹے سہلی کی ایسی بات ہوئی کہ وہ بولیں پہ خوش ہوئے وہی لڑکی تھی۔  
 "اور رعنا کی شادیوں سے پہلے ہی غزل کی

اچانک اور بنگھی مات میں شادی ہو گئی۔ اس کی ہونے والی سانس کو معمولی نوعیت کا بارت ڈنک ہوا تو اس نے اسے موت کی گھنٹی سمجھ لیا اور فوراً شادی کا تہنکائیہ میں مرنے سے پہلے ابراہیم کے سر پر سہرا دیکھنا چاہتی ہوں۔

روٹ اور خولہ نے نہج پٹ تیار کر لی۔ غزل کا جیزو شادی کا تھا کہ اس سے پہلے ان کے خاندان میں کسی کو اتنا شاندار جیزو نہیں ملا تھا۔ سرینا نے غزل کو صرف بیس ہزار تو سہاوی کے ہی نیسے باقی قیمتی خفے اس کے مار دو تھے۔

حوریہ کو ایک بار پھر یہ سہاوی تک کرنے کا کہ سرینا یہ سب کیوں کر رہی ہے؟ کیوں اس فراخ دلی سے اپنی دولت شریں اور اس کے گھر والوں پر لٹا رہی ہے۔

ابراہیم کو بعد ورو اور رعنا کی بھی شادی تھی۔ اسی دوران یہ دلی سرگوشیاں بھی سنیں کہ بڑے بچا اپنے بیٹے کا شاف سے حوریہ کی شادی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لڑکیوں بائیاں اسے ابھی سے چھیننے لگی تھیں۔

چند لڑکے پاس سے کلثوم آنی بی بی زیورات لے کر آئی تھیں۔ کپڑے سلنے کو دینے جا چکے تھے۔ الیکٹرکس اور فرنیچر کا سامان پہلے ہی خرید کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ کارڈ بک کر آچکے تھے۔ کلثوم نے بال کے ساتھ خود بی بی زیورات اور کادو دینے کا فیصلہ کیا۔

اسعد شریں اور کادو شاف بھی اسی کام میں مصروف تھے۔

کلثوم بال کے ساتھ ابھی تو بھٹے پہلے بال کے ساتھ نکلی تھیں۔

وہ تینوں بھینس بی بی لاؤنج میں بکلی پھٹکی کہتے ہوئے ساتھ شادی کے نوڑے ناٹک رہی تھیں۔

پاس نرالی پڑائی دی تھیں تھا مگر کسی کی توجہ بھی اس سمت نہیں تھی۔

حوریہ کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے کے ارادے سے جوں ہی دروازے سے باہر گئی اسی وقت وہ تینوں لڑکے مرکزی دروازہ کھول کر عین اس کے سر پہ آ پھینچے اور

اسے چھیننے کی بھی مسامت نہیں ملی۔  
”چلو اندر مگر دیکھو آواز نہ نکلتے۔“ کھلی شرت والے نے ہستول اس کی آنکھوں کے آگے نچایا تو اس کی رہی سہی ہمت بھی خواب سے گئی۔

جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی ورو اور رعنا کی حاضری بدلتے بھی دیر نہ لگی۔ ان کا پورشن ذرا الگ تھلک تھا اس لیے کم ہی اندکھن تھا کہ اس خطرے کا کسی کو پتہ چلا جو اس وقت ان کے سروں پہ تاج رہا تھا۔

اور پھر مزید بھی گھر پر نہیں تھے جو وہ کسی کو کارنے کا رنگ لیتیں۔ ورو کی حالت سب سے زیادہ دیگر کو برا تھی۔ وہ ویسے بھی مہلت اور ذہن پرنگ سی نکلی تھی۔ تینوں میں سے ایک اندر مٹی گھرے کی طرح بڑھا چلی زیورات پر اتر پڑا۔ فندرم اور دیگر قیمتی چیزیں تھیں۔ وہ ساتھ ساتھ کینوس کے تھیلے میں سب دھوا

بجھنے لگا۔

رعنا اور ورو کے تمام خواب و آرزو میں اس کے تھیلے میں بند ہو گئی تھیں۔

رعنا دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے سہاوی نکلتی دیکھ رہی تھی۔

کلی شرت والا صوفے پہ بیٹھ مرنے سے ناگہم رہا تھا۔ اس کا اطمینان قائم دید تھا۔ ان تینوں کے اپنی شیشیں چھانے کی ضرورت نہیں تھیں۔ کبھی کبھی یقیناً اس بات کی غماز تھی کہ ان کی رسائی کلی لوم تک سہاویوں اندر سے تھیلوں سمیت نکلتے اور بالی شرت والے کے پاس گھبرائے جو ورو کو نکال دیا۔ مگر دھار میں لیے ہوئے تھا۔

”اب کتنے کی کرو۔“ لے نہ اور تھنی موٹھو لہا وہ درمیانی عمر کا بڑا بڑے مصروف انداز میں بولا۔

”اتنی جلدی کیا ہے؟“ وہ دھوئی دھوئی خولہ کی ورو کے نازک سراپے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ”تم تو بس جلی لڑکی دیکھی پھسل جاتے ہو۔“ قیسی شلوار والا بڑے بے ہودہ انداز میں ہساتا ہوا سمیت ان دونوں کو بھی ناہید خطرے کا احساس دلا۔ ”یہ لٹی بھی تو بڑی خاص ہے۔“ وہ صوفے پہ

اندر دیوار کے ساتھ کھلی ورو کے پاس آیا جس کی رات میں ایک بیک زوری کھل گئی تھی۔

”دیکھو نہیں جو کچھ لیتا تھا لے لیا ہے۔ اب پلیز ہاں سے چلے جاؤ۔“ حوریہ نے بے ساختہ کہا۔

”طعم دیتی ہے مجھے ختم دیتی ہے؟“ کھلی شرت دار ہانپتے غصے میں آگیا اور زوردار فقیر حوریہ کو کھینچ مارا۔ احساس تو ہیں سے سٹک کر رہی۔

”کھینچ نہیں ہو تیس چینی گزیا۔“ کھلی شرت والا اب راہ کے چرنے کی طرف جھکا ہوا تھا۔

حوریہ زور زور سے چیخا چاہتی تھی مگر اس کی قوت گوئی سر پر ملک الموت کی طرح کھڑے ہستول بردار نے سب کر لی تھی۔ کھلی شرت والا ورو کے پاس لڑ گیا۔ اس کے ہاتھ کسی اٹوٹے کے کھلے منہ کی طرح اس کی طرف بڑھے تھے۔

قیسی شلوار والے نے باری باری تینوں کے ہاتھ مارے اور ان کے منہ میں گہرا ٹھونس کر ہونٹوں پر لپٹ چلا۔

حوریہ نے در نہ کچھ نہیں سے پاسا لوٹ کر نہ لیا۔ کھلی شرت والا جاتے جاتے پھر ادا کی انداز میں اس کے ساتھ رکا اور وہ ناقابل برداشت حرکت کی۔ اس نے ورو کے رہنے سے اسے ادا ملنے بھی ڈکا کر دیے۔

”اب بول سکتی تھی نہ حرکت کر سکتی تھی۔“ صرف اس کی عمر وہ آواز سن سکتی تھی۔ ”تینوں جس طرح آئے تھے اٹے تھے۔“ اس سائے کی خبر سب سے پہلے اسعد کو ہوئی جو اس سے جلدی لوٹ آیا تھا۔

”نا، نا بال اور کلثوم تمام دوست احباب کو کارڈز دے رہے۔ تب انہیں پتہ چلا کہ ان کے پیچھے کیا ہوا ہے۔ بال اس وقت اپنا سین پکڑ کر دوہرتے ہوئے۔“

”وہ ان تینوں میں غصہ منہ کی چپ نے ان کو اپنے سے دھرتے دل کو تھین کی زبان دے دی۔“ اور ”چپ چاپ وہی چلے گئے جہاں سے کوئی لہا لہا نہیں آتا۔“

کلثوم کے آنسو اندر ہی اندر خشک ہو گئے تھے۔ وہ ساکت و جامد قسمت کی اس ستم عمری پر شکوہ کھلی تھی۔ احساسات جیسے برف ہر گئے تھے اور آنکھوں میں زندگی کی ریتیں بلم کونہ تھیں۔

چالہ سوس تک سب رشتہ دار تواتر سے آتے رہے۔

بلین براسویت فرم میں کام کرتے تھے اس لیے واجیات کی ادائیگی کا سولہ ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

کھیتی کے مالک مل ایسٹ میں تھے۔ مینجور نے برائی خدمات کے پیش نظر ہزار روپے خود گھر آکر کلثوم کو دے اور تعزیت کے دو حرف کہہ کر چلا گیا۔ اب کلثوم کے آگے مذہداریوں کا کوئی گراں تھا۔

حوریہ نے نوٹ کیا کہ اسعد بھائی نے مینے بھرے ان کے پورشن کا کچھ نہیں اگایا ہے۔

مدت کا زمانہ کلثوم نے کسی نہ کسی طرح ان تینوں کے ہراو گزار لیا۔ تمام جمع ہوتا ختم ہو چکا تھا۔ روٹ بچا اور خولہ چینی کے بدلے بدلے دھیتے نے از خود بہت کچھ سمجھ لیا تھا۔ کھلی تو سب کو شادی کی جلدی پڑی تھی اب ایک سفاک سی خاموشی طاری تھی۔

\*\*\*

”ای! کھلی جارہی ہیں؟“ وہ ذرا کی ذرا کی اور پیچھے مڑے بغیر بولی۔

”روٹ بھائی اور تمہاری چچی کے پاس۔“ پھر وہ آہستہ سے تمام بیڑھیاں باز کر گئی۔

کلثوم اپنی باتوں کا رد عمل روٹ بھائی اور خولہ بھائی کے چہرے پہ تلاش کر رہی تھی۔

ایک تکلیف سنا سنا ناٹکاری تھا۔

”دیکھیں کلثوم بھائی! میں اسعد سے بات کر کے آپ کو بتاؤں گی۔“ آخر کار خولہ چچی نے اس خاموشی کو توڑا۔

”اسعد سے کیا بات کریں گی؟“ وہ حیران ہوئی۔

”بھائی! آپ نے مجھے سب کچھ کہنے پہ مجبور کر دیا ہے۔ پھر جو صلے سے سنیں۔ اسعد نے ورو سے شادی

کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ "انہوں نے بڑی سفاکی سے بچ بھل دیا۔ اس موقع پر کٹھوم نے بڑی مشکل سے اپنے حوصلوں کی مگرنی دیوار کو سارا دینے کی کوشش کی۔

"کیوں؟" اسعد نے شادی سے انکار کیوں کر دیا۔ اچانک اسے کیا ہو گیا ہے؟ "کٹھوم نے امید افزا نگاہوں سے رؤف صاحب کی طرف دیکھا تو وہ نظریں جڑائے اور خوا خواہ جو تے کی نوک سے فرش کریدنے لگی۔

"اس نے ان مردوں کے جانے کے بعد ورد کو جس حال میں دیکھا اس کے بعد شادی کی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔" خولہ نے بڑے آرام سے وہ پتھر سے افلاطون اس کی سماعتوں کی طرف اڑھکا۔

"کس حال میں دیکھا؟" اسعد نے بہت اور پھر یہاں وردہ کا کیا قصور ہے؟ وہ تو اب بھی کھل کی طرح ہے اس کا دامن ہر طرح کی آلودگی سے پاک ہے۔ کیا ہوا اگر جو اس بد بخت نے خلافت کے پتھر جھٹے میری فرشتوں کی طرح معصوم وردہ پہ اڑانے کی کوشش کی ہم بڑے نقصان سے محفوظ رہے ہیں۔"

میں ابھی ایہ تب کہہ رہی ہیں۔ ذرا گھر سے باہر لوگوں کی کھلے داروں کی ذہرا نکلتی زبانیں دیکھیں تو تب پتہ چلے۔ بھلا اسعد ایسی لڑکی سے ایسے شادی کر سکتا ہے۔"

ان کے لفظ لفظ میں خنج کی سی کٹ تھی۔ رؤف صاحب اس دور میں بڑے لاطن سے نئے چپ چاپ بیٹھے رہے۔ انہوں نے ایک بار بھی خولہ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ کٹھوم چپ چاپ وہاں سے اٹھ نکلی۔ پورے گھر میں موت کا سناٹا طاری تھا۔

وردہ کو بھی پتہ چل گیا کہ اسعد نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ صدمے سے اس کے اعصاب شل ہونے لگے۔

"میں اسعد سے پوچھوں گی ضرور۔" اس کی آنکھوں میں جھنکی سی چمک تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلیں کراپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائی حوریہ اسے

نزد سستی اندر لے آئی۔

"بھلا اس کم ظرف، کم دست، فریبی انسان سے کیا پوچھیں گی؟ یہی کہ تمہیں تو مجھ سے محبت تھی، تم تو بڑے لمبے چوڑے دلوے کرتے تھے اب تمہاری محبت کیا ہوئی؟" تو ابی حقیقت بڑی کڑی ہے۔ خولہ

جتنی کولڑکی کے ساتھ لبا چوڑا چیز بھی چاہیے تھا جس کی اب امید دور دور تک نظر نہیں آتی۔ سب کچھ لٹ گیا ہے اب ہمارے پاس کیا بچا ہے؟ اسی نے روزانہ بیچا سے کہا کہ تمہاری اب بھی اگر خواہش ہے تو میں

وردہ کو صرف تین کپڑوں میں رخصت کر سکتی ہوں اس سے زیادہ کی امید مت رکھیے گا تو پتہ ہے جتنے کا کمانا انہوں نے کہا کہ ہم نے ساری زندگی محنت

کر کے پیسے خرچ کر کے بیٹیوں کو پڑھایا لکھایا ہے اب اپنی محنت کی وصولی کا وقت آیا ہے تو میں کیسے وردہ کو قبول کر لوں۔ اگر انہیں خفی رشتوں کا ٹکڑا اور عہد کی پاسداری ہوتی تو ہرگز یہ لفظ زبان سے نہ نکالتیں۔ ظاہر ہے پتا بھی ان کے ہمنوا اس دور نہ ہو سکی نہ کس لوم نہ بنے نہ۔ بہت حقیقت کا سامنا کرنا سیکھیں وردہ بڑی بڑی مشکل ہو جائے گی۔" سدا کی شیخ و شرر کا

حوریہ اس وقت بڑی سمجھ دار لگ رہی تھی۔ وردہ جلد تیوروں کے ساتھ سامنے دیوار کی طرف

دیکھتی رہی۔ "پھر بھی اگر آپ چاہیں تو بے شک اسعد بھلی بات

بات کر لیں۔" حوریہ نے بڑے رسلان سے اس کا چپ چاپ اپنی طرف مڑا۔ وردہ کی آنکھوں میں کرب سا چمک رہا تھا۔

"کسی نے بھی پرانے تعلق کا لحاظ نہیں کیا تو آپ بھی دل پہ مت لیں۔" حوریہ نے نظر اڑاتے ہوئے بولی اور ہر اس کو جیسو تصور کیا ہر آئی۔

وردہ سوچے سمجھے بغیر میکا کی انداز میں انہی لوا اسعد کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ اندر ہی تھا لا نیوی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ اطمینان تھا۔

بات بات پر اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا تھا اسعد خاموش تھا۔ اس کے مناسب سراپے کی عدا

سرائی کرنے والے لب ساکت تھے وہ فریم میں جڑے منظر کی طرح دبیزت آگے اسعد کو دیکھ کر جارتی تھی۔ وہ ریموٹ سے لی وی آف کر کے خواجواہ ترتیب سے بڑی کتابوں کو انٹ پلٹ کرنے لگا تو وہ آگے بڑھ آئی۔

”اسعد! آپ نے شادی سے انکار کیوں کیا ہے؟ حیرت انگیز طور پر اس کا لہجہ ہر سکون سا تھا ملائکہ جب وہ یہاں آئی تھی تو اس کی کیفیت طوفان کی زد میں آئے تھکے کی طرح ہو رہی تھی۔ اسعد کی بے نیازی دیکھ کر اس نے بہت جلد خود کو سمیٹا تھا اور یہ خوبی اس نے سنی تھی۔

”میں کہتا تو نہیں چاہتا۔“ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غزلیں پڑھنے والا اسعد اس کی طرف سے پیٹھ موڑے کھڑا تھا۔

”میں روایتی سامریوں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی خار نہیں کہ میں نے تمہارے دل کش سراپے سے محبت کی۔ ہر مرد کی طرح میری بھی یہی تمنا تھی کہ تمہیں چھوٹے والے پہلے ہاتھ میرے ہوں مگر افسوس میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی مجھ سے پہلے کسی اور نے لی۔

تمہاری کیفیت ’تمہاری دھواں دھواں پتھرائی آنکھیں اور تمہارا بے ترتیب لباس‘ سب جچ جچ کر گواہی دے رہے تھے کہ کسی صاحب کے ہاتھ تمہیں چھوچکے ہیں اس سے آگے میں سوچتا بھی نہیں چاہتا۔“ وہ کوئین نہیں آ رہا تھا کہ اسعد ہے۔ یہ الفاظ جو ہونٹوں سے ادا ہو رہے ہیں انہیں کہنے والا وہ خود ہے۔

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ کمال ضبط سے کلام لیتے ہوئے اس نے اٹنے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو گرا۔

”وہ! ہو سکے تو مجھے معاف کر دیتا۔“ اسے واپسی کے لیے قدم موڑتے دیکھ کر وہ بولا۔ الفاظ کے برعکس لہجہ کسی قسم کے احساس شرمندگی سے عاری تھا۔ اب کلثوم ’رعتا کی سرسبز دلوں کا درد عمل دیکھنا چاہتی

تھی۔

حسب توقع دوسرے ہم انکار ہو گیا۔ وہ بھی نڈی خونی ہو کر قبول کرنے پہ آمادہ نہیں تھے۔ حالانکہ فرہام نے بہت شور مچایا کہ شادی کروں گا تو رعتا سے علم کروں گا۔ اس کے سوا کوئی اور لڑکی میری زندگی میں داخل نہیں ہوگی۔ عمرو الدین کے آگے اس کی ایک ہ چلی۔ کہاں تو شادی کی تاریخ لینے کے لیے چکر پھر لگاے جا رہے تھے اور کہاں لب منگلی کی انگوٹھی دالیں کر دی گئی تھی۔

کاشف اور حوریہ کے رشتے کی دہلی دہلی جو سرگوشیاں تھیں وہ بھی دم توڑ چکی تھیں۔

ان کے پورے رشتے میں کوئی بھولے جھٹکے۔۔۔ بھی اڑ رہا تھا۔ کلثوم سے ویسے بھی کسی کی فہم نہ تھی وہ خانہ انا سے باہر کی تھی اور پھر بال سے شادی کی تھی اس لیے عرصہ دراز تک سب کے قہقہے پھٹنا بھی وقت بنی تھی۔

اب بال کے انتقال کے بعد غلام نے اپنا کینہ اور نفرت چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ان کے اس بات کی بہت خوشی تھی کہ اسعد نے خود ہی ان سے انکار کر دیا ہے کیونکہ جب سے سرنگ کی فیاضی سے بڑھ گئی تھیں تب سے ان کی سوچ بھی بدل گئی تھی۔ روٹ صاحب کو ہمنوا بنانے میں انہیں در نہیں مل رہی تھی۔ وہ ویسے بھی خولہ کی نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔

\*\*\*

کلثوم کئی روز سے بیمار تھی۔

اسعد کی شادی کی خبر نے اسے ادھ موار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ کئی روز تو وہ صرلہ کرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ رعتا انک ملی بہنوں سے نظر نہ اٹھاتی تھی۔ حوریہ کو لگ رہا تھا وقت دور نہیں ہے جب اس گھر میں خاتونے ران کر رہے خونی رشتوں کی بے حس تو اس نے دیکھ ہی ل

تھی۔

۴۔ روز پہلے پتھامیں آئے تھے اور توہمے تھکے۔ انہوں نے بے ہودہ کی کاٹک لفظ بھی نہیں مایا۔ لگے حوریہ کو توقع تھی وہ ان کی تنہیت ان کے اور اپنے بھائی بھائی کی زیادتی کی ضرورت انت نہیں کے تھے۔

حوریہ کو غیر ملکی زمانہ سے پہلا پہلا واسطہ بڑا تھا جو اس کی حد سے بڑھی حساسیت کے لیے کسی بچکے سے نہیں تھا۔

\*\*\*

ازرا: حوربکی بھادو لوریو۔  
بہادر والے پورشن میں شادی کا روایتی ہنگامہ۔ شروع ہو رہا تھا۔

اسعد کے سرسائی ’مندی کی رسم کرنے آئے تھے۔‘ انہوں نے بجائے اور قہقروں کا ایک نہ رکھنے والا لہجہ تھا۔

ہم غلام تھے ہم نے ماں تم بھی واپسی لے لو لہجہ  
وہ میرے کھڑی نیچے پاؤں پر منظر دیکھ سکتی تھی۔  
اس شہین و شہر پر پاریسی لڑکی کو بھی جو ڈھونڈ رہی تھی۔  
اسعد لان کی منہل دیوار کے ساتھ بنے آرائشی

انچپہ بیٹھا ہوا تھا۔

ان سے نہیں ملا کے دیکھو  
یہ دھوکہ بھی کھا کے دیکھو  
داری میں کیا چھپا ہے  
اس کا کھون لگا کے دیکھو

ان لڑکی سے ایک لڑکے نے دھوکہ زبردستی لے لی  
اور اپنے سر کی آواز میں پوری قوت سے چیخا۔

ان سے نہیں ملا کے دیکھو  
یہ دھوکہ بھی کھا کے دیکھو  
ان کو مندی لگا کے دیکھو  
جیب ہلکی کر کے دیکھو

دوسرے بن کر جب آئیں!  
میکاپ کے بعد نہ دھوا کے کھو  
اسعد کا بیٹا تھکرا، چہرہ بہت پر سکون اور مطمئن لگ رہا تھا۔ کرے کرتا شہوار میں لمبوس وہ وہ وہ کو اپنی رسائی سے بہت دور محسوس ہوا۔ وہ میرے پہلے دو مٹی سے حتی الامکان بچتے ہوئے ایک طرف بالٹس کوٹنے میں کھڑی تھی۔

کلثوم ’رعتا اور حوریہ تینوں نیچے تھیں۔ کلثوم نے وہی کے احساسات کے پیش نظر اسے ساتھ چلنے کے لیے نہیں کہا البتہ حوریہ نے دو تین مرتبہ ضرور کہا کہ ”آئی! آپ بھی چلیں۔“ وہ تینوں بھی خوشی سے نہیں جا رہی تھیں۔ کلثوم کا مٹا تھا کسی مقام پر بھی اپنی انا کا سر نیچے نہ ہونے دینا۔ ملاو کہ تمہارے پتھامی نہیں ہم اس لیے ان کی خوشی میں شریک نہیں ہوئے ہیں کہ مارے حسد کے بلل بہن گئے ہیں۔ سور عا اور حوریہ خاموشی سے کوئی بحث کیے بغیر ان کے ساتھ ہو گئی تھیں۔

وہ گھر میں اکیلی تھی۔ قہقہہ قہقہہ دوتے دلی کا لایا کرتی ’جو خون ہوا بہا رہا تھا۔ اندر کی ٹھن سے گھبرا کر بی وہ میرے پہلے آئی تھی۔

شمال سے رشتے کا چکر دو ماہ کے اندر اندر ہی چلا تھا۔ وہ لوگ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بھائی ابو غنیم میں جاب کر رہا تھا۔ دوسرا کسٹم میں تھا ’تیسرے کا اپنا بزنس تھا۔ نہیں اپنے اپنے گھروں کو سدھار گئی تھیں ’صرف شمال کی بیٹی تھی جو خولہ چچی اور غزل کو جی جان سے پسند آتی تھی۔ اسعد نے بھی ہانپنے کی کاٹھمار نہیں کیا تھا۔

اس لیے جٹ منٹنی اور پٹنہ یاد والا حساب ہوا۔  
وہ وہ کی آنکھوں میں رکاسیل رواں بننے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ اسعد کتنا خوش لگ رہا تھا۔ اس نے ’مت کے تھے لیے لیے ڈانٹ لگ بولے تھے کیسے یہ دھم سے نہ کیے تھے کیا کیا منصوبے نہ بنائے تھے۔ وہ وہ وہ کو جان چل رہا تھا۔ مختلف موقعوں پر اس کے لیے گئے تحائف اس کی محبت اور جذلوں کو ظاہر

کرتے تھے اس گھر میں ان کی محبت روان چڑھی تھی اور اب اسی گھر میں رہنے بسنے کے لیے شامل آ رہی تھی۔

کیا وہ اتنی بھاری سے کہ اپنی نگاہوں کے سامنے شامل کو چننا پھر ہنستا ہوا دیکھ سکے؟۔

”نہیں میں تو بہت کم بہت اور بڑی ہوں۔“ اپنی صفائی میں وہ کسی کے سامنے ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔ اپنے اوپر اگائے گئے اثرات کی تردید تک نہ کر سکی۔ بلکہ انہیں تو درد کیا کہ اس ہونے بھی شبہ تھا۔ کیا وہ اسعد کی بے وفائی کے بعد جی سکے گی؟۔ سر افشار بیلے کی طرح وہ سروں کے ساتھ اٹھو سے بات چیت کر سکے گی؟ اس کے سامنے ان گنت سوالات تھے۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ وہ ٹیڑی سے اتر آئی۔ حوریہ رعتا اور امی کے آنے پہ وہ سوئی بن گئی۔ رعتا تو آتے ہی بستر پر لیٹ گئی۔ حوریہ کپڑے بدلنے کے ساتھ ساتھ با آواز بلند پڑھا بھی رہی تھی۔

”کتنی نمائشی ہیں شامل صاحبہ کی والدہ اور بہن ہر چیز کی برہہ برہہ کریت بتا رہی تھیں اور کہانے میں گتے کپڑے لگا لگا کر حد نہیں اور اسعد بھائی کسے اپنی سانس صاحبہ اور سالی کی فٹیں کر رہے تھے پلیر کھانا کھا کر جائے گا کیسے بچے جا رہے تھے ان کے سامنے ابھی سے یہ جل رہے بعد میں کیا ہو گا۔ لکنا شامل صاحبہ خوب دھاک بٹھائیں گی اپنی۔“ حوریہ نہایت کبیہہ خاطر نظر آ رہی تھی۔

”اگر امی کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی نہ جاتی۔“ بارات میں تو میں نہیں جاؤں گی چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔ ہم کیوں ان کی خوشیوں میں شریک ہوں جب انہیں ہمارے غموں کی پروا نہیں ہے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ تم کیا کھا رہے ہو کیا پین رہے ہو۔ یہی زندگی کی گاڑی کھینچ رہے ہو۔ جی چاہتا ہے قطار میں سب کو کھڑا کر کے کوئی تہ اڑاؤں اور پھر۔“

”حوریہ! خاموش ہو جاؤ۔“ اس کبابی کا جملہ ادھر روا کیا کہ نہ کلثوم دروازے پہ کھڑی قمر آباد نگاہوں

سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”تم اتنی بدتمیز کب سے ہو گئی ہو۔ میں نے انہیں بدتمیزی کا سبق کبھی نہیں پڑھایا۔ تمہاری زبان کیوں نکل گئی ہے۔ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے خیالات کا یوں برلا اظہار کرتی پھو۔“ اس نے حوریہ کو بری طرح جھڑکا اور دروازہ بند کر کے سو جانے کا حکم دے کر وہیں سے لوٹ گئی۔ حوریہ کو بہت غصہ آیا۔

ہم تو بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدتمیز وہ کتنی بھی کرتے ہیں تو چہ چاہیں۔ وہ آہستہ سے بڑبڑاتی۔

بستر پر لیٹتے ہوئے اس کی نگاہوں کے سر پہ نظر طرف اٹھ گئی۔ وہ سفید چادر سر پہ اوڑھے ہوئے تھی۔ مگر چادر میں اس کا لرزنا پتا وجود بہت کچھ سمجھا دے کے لیے کافی تھا۔

”آپ کے آنسو بہت قیمتی اور نامولی ہیں۔ انہیں بے دردی سے اسعد بھائی جیسے کم ظرف شخص کے لیے مت لٹائیں۔ وہ آپ کے انمول جذبے کے قتل گار ہیں نہیں تھے۔“ مگر یہ سب کچھ درد کے سامنے کہنے کی بہت نہیں پڑی۔

بچے سے چکادوں کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔

”کیا ان خوشیوں، مسکراہٹوں پہ درد آپ کی کا کوئی اثر نہیں تھا۔“ وہ پھر سے سوتوں جوابوں کے بھنور میں ابھر اور ڈوب رہی تھی۔

اس گھر میں چار عورتیں تھیں اور چاروں اپنا اپنا سوچاں میں گم تھیں۔

\*\*\*

نازش زبردستی ہون کو بچے لے کر آئی تھی۔ اسعد کی ڈالمن آچکی تھی۔

مٹکے زیورات اور زرق برق عروسی جوڑے نمایاں لباس کسی مٹکے پارلر سے کچی کچی دھو دھو دھو کے لگ رہی تھی۔

درد نے اسے حسرت سے دیکھا۔ اس کے کٹاؤ دار ان کا غم اس کی ران جس کی مانند لمبی سفید گردن میں لپٹا جڑاؤ گھونڈہ اس کی کلاہیوں میں نچی چوڑیاں اس کی لمبی چکوں والی شریقی آنکھیں اور پھر اسعد کی بار بار بھینتی نگاہیں سب کی بار بار کر رہی تھیں کہ یقیناً اس کی دل کی دھڑکی سے جسے پہلی بار چھو کر اسعد کے دل میں اپنی شرمندگی کیچکچاتا اور احساسِ زیاں نہیں دے سکتا۔

اور غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹتے دہلیز سے اس کی۔ انداز میں اسعد کے دیئے گئے تمام تحفے اور ان سوکھے پھول، ڈائریاں اور دوسری چیزیں اس نے ابھی تک سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے سب بند باہر نکالا اور ایک ایک کر کے اسعد کی دی گئی بری لٹائیں اس نے ایک جنون کے عالم میں تباہ کر دیں۔

”جب تم میری قسمت میں نہیں تو تمہاری ڈالمن کس لیے سنبھالتی پھو۔“ کرسٹل کا نازک ماتن تل زمر دوس ہو چکا تھا۔

حوریہ نے دوسرے کمرے کی کھڑکی سے سب کچھ دیکھا۔ مگر اندر نہیں آئی۔ اچھا تھا کہ درد خود کو سنبھال لیتی۔

\*\*\*

بال کی موت کے بعد آن کلثوم پہلی بار آئینے کے سامنے آئی۔ نہیں پاؤں لگانے کے بعد اس نے سینٹ لپ اسٹ ہوئیں۔ اچھی طرح جھلکی وہ اپنے طریقے سے ڈالمن اپ ہو کر باہر آئی تو سب سے پہلے رعتا نے موت سے دیکھا پھر حیرت کی جگہ آنسوؤں نے لے لی۔

”میں تمہارے ابو کے آفس جا رہی ہوں تم سب کو وائس سے مرنا دیکھنا میرے بس سے باہر ہے۔“ کلثوم اب بے اثر سا تھا۔

درد نے اس کے انتظار میں تھی جو تمہاری تھی۔ اور ابھی تک سو رہی تھی۔ درد کے ہاتھ دم سے اسے دھتارنے اسے یہ خبر ملتی۔

باب کے مرنے پہ ان تینوں بہنوں نے مل کر روتے نہیں دیکھا تھا نہ حیات کا شکوہ اس کے لبوں پہ آیا۔ درد کا رشتہ ٹوٹا رعتا کے سر والوں کی طرف سے انکار ہوا پھر بڑے بچا جو عرف نام میں پچاسیاں کھاتے تھے انہوں نے بھی کاشف کے خٹے میں چپ سلوہلی تھی۔

لن تمام باتوں کے باوجود انہوں نے کلثوم کی زبان سے کسی کی برائی نہیں سنی۔ نہ اس نے کسی سے لڑائی کی حالانکہ بیٹیوں کا معاملہ اتنا نازک ہوتا ہے کہ اپنے بھنے کمزور اور شریف لوگ بھی منہ کھولنے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔

اب پتا نہیں کلثوم کا حوصلہ زیادہ تھا یا کمزور۔ کچھ ہی دن کے بعد سارے بڑے مع شریفل اسعد اور حنین بھی لن کے گھر آ گئے۔

رؤف بچانے کر کہتے بے میں پوچھا۔

”تمہاری ہل کھل گئی ہے؟“

کلثوم اسی وقت واپس اپنی تھی اس نے بڑے ٹھنڈے کپڑے میں سائل کے بدلے میں سائل کیا۔

”آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

”بہت خوب بھابھی صاحبہ! ہم کون ہوتے ہیں؟“ بڑے پچاسیاں کا لہجہ طنز تھا۔

”آپ بتائیں نا آپ کون ہیں۔ ہمارے گھر فاقوں کی نوبت آنے والی ہے ہمیں نے اگر نہیں پوچھا۔ اگر آپ واقعی باہل کے کچھ ہوتے تو اگر یہ سوال نہ کرتے میں بلال کے آفس مینیجی نوکری کی تلاش میں۔“

”اب تم نوکری کرو گی؟“

”جی ہاں ہر طرف سے مجبور ہونے کے بعد میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ مجھے بیٹیوں کی شادی کرنی ہے۔ پیٹ کا ایندھن بھرنا ہے۔ کون لن کے سر پہ ہاتھ رکھے گا۔“

”مگر تم نوکری کرو گی؟ ہمارے خاندان کے لیے یہ بڑی بے عزتی کی بات ہے۔“ پچاسیاں کے لہجے میں اب تیزی نہیں تھی۔



”ہم مری جائیں، میری بیٹیاں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جائیں، کوئی انہیں اپناہیت کا احساس دلانے والا نہ ہو، یہ بے عزتی نہیں ہے؟“

”مگر لوگ کیا کہیں گے، ہم کیسے دنیا والوں کا سامنا کریں گے؟“

”اگر آپ میری بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیتے تو میں کبھی بھی گھر سے باہر قدم نہ نکالتی۔ اب یہ میری ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔ میں کوئی ڈاکے تو نہیں باروں کی منت کروں گی۔“ کھٹوم کا لہجہ بہت سرد اور سخت تھا۔ وہ سب ایک دوسرے سے نکالیں چرانے لگے اور ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔ کھٹوم نے ان کے جانے کے بعد منہ ہاتھ دھویا، کپڑے تبدیل کیے اور تین بیٹیوں بہنوں کو اسٹیناس بٹھایا۔

”میں آج تمہارے ابو کے آفس گئی تھی۔ سلیم گیا، بی بی جو پہلی کے مالک ہیں، کل ہی باہر سے لوٹے ہیں۔ میں نے انہیں تمام حالات بتائے اور تمہارے ابو کی خدمات کا حوالہ دیا۔ سلیم صاحب بہت رحمدل اور نیک فطرت کے مالک ہیں۔ بی بی الحی انہوں نے مجھے نیلی فون آپریشن کی جانب آفر کی ہے۔ پرانی آپریشن کی شادی ہونے والی ہے، وہ آفس چھوڑ جائے گی۔ ابھی کچھ دن میں کام سیکھوں گی۔ سلیم صاحب نے کہا ہے کہ بی بی الحی مجھے پانچ ہزار ملا کریں گے، بعد میں جب میں کام سیکھ لوں گی تو تنخواہ زیادہ کریں گی، جائے گی اور پک اینڈ ڈراپ کی سہولت بھی ہوگی۔“ وہ ہنسنے لگی۔

”مگر امی! آپ کیوں منت کریں، ہم بیٹیوں کا تعلیم یافتہ ہیں۔ ورنہ آپ کو کسی اسکول میں نوکری مل سکتی ہے، نہ مٹا آپ نے بی بی اے کر رکھا ہے، ان کی جگہ بھی نہیں نہ کہیں کل اے گی اور استقامت کے بعد میں بھی اخبار جوان کروں گی، بلکہ روزنامہ سچائی کے ایڈیٹر بنے کہہ رکھا ہے، میں پورا سفر کے طور پر اب بھی کام کرتی ہوں، کوئی اخبار میری دوست امیر کے والد کا ہے، آپ کیوں نوکری کی بجائے مانگتے ہیں۔“ حور یہ کالہ جہابی اور پر جوش تھا۔

”تمہارے ابو اگر ہوتے تو کیا تمہیں نوکری مل دیکھ کر خوش ہوتے؟ تمہارے کول سے ہر وہ نوکری کی شدت اور مسائل کی دھوپ کو برا سمجھ کر تکیں گے اور کیا خود مجھے اچھا لگے گا؟ آئندہ بھل کر بھی نوکری کا نہ سوچتا۔ تم اپنی تعلیم پڑھو، تمہاری چھ ماہ کی فیس بھی جمع کروانا ہے اس کا اہتمام بھی کرنا ہو گا۔ میری زندگی کا نصب العین ہی یہی ہے کہ تم تینوں جلد از جلد اپنے گھروں کی ہو جاؤ۔“

”آپ ہماری شادی کی فکر میں خود کو تیار کر لیں گی۔ شادی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ بہت سی لڑکیاں شادی نہیں کرتیں تو کوئی قیامت تو نہیں آجاتی۔ تو درد بھی۔ پیشہ کی نرم زبان دیتے ہے والی درد اور وقت بہت تنگ ہو رہی تھی۔ کھٹوم نے اس کا سامنا کیا۔ چہرہ پر پھر عجز اور حوریہ کی طرف رخ موڑ لیا۔

”شادی کے بعد عورت محفوظ ہو جاتی ہے، اسے ایک مرد کا سہارا حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک گھر ہو تا ہے اس کی زندگی کھل کر چلے جاتی ہے۔“ کھٹوم نے یہ بات بولی تو درد نے ”ہو نہ“ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

یہ ایس ایم برادر زواہوں کا شاندار دفتر تھا۔ سلیم گیا، بی بی نے نیکل بجا کر کھٹوم کو طلب کیا۔ وہ سر پہ دوپٹہ درست کرتی نکلی، کھڑی اور ادا کھول کر اندر داخل ہوئی۔ شاندار سی سالوں کی لگائی کی میز کے دوسری طرف رہا اونگہ چیئر پہ سلیم گیا، ایک فائل پر جھکے ہوئے تھے، کمرے میں اسے کی کی ڈنگلی بڑی بھلی محسوس ہو رہی تھی۔

”سر! آپ نے بلوایا ہے؟“ وہ خنجر نکالے۔

”ہاں، بیٹھ جائیں آپ، آپ کو اس لئے بلوایا ہے کہ میں نے آج سے آپ کی جانب پٹی کر دی ہے۔ آپ کی تنخواہ اب آٹھ ہزار ہو گئی ہے۔“ اپنی دانہ میں وہ اسے خوشخبری سنا کر لب اس کے ماتراہہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ کھٹوم نے بٹھل

”ہاں کاہلہ! حلق سے اتار اور مار مل ہوئی۔“

”تھکناک یو سر!“ وہ بھی کہہ سکی۔

”اس میں مضمون ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ آپ کو بطور سیکریٹری انٹرنٹ کر لوں کیونکہ آپ کی انگریزی بہت اچھی ہے، انہیں سے پڑھا ہے آپ نے؟“

”سر! میری شادی بہت کم عمری میں ہوئی تھی۔ لہذا کے بعد میں نے گریجویشن کیا۔ اس سے پہلے میں نے اے لیول کیا تھا۔“ کھٹوم نے بتایا۔ اس دوران نیم گیانی نے چہرہ پر اسی کو دو کپ کالی لائے کو کہا۔

چہرہ پر اسی نے کچھ دیر بعد ٹرے لگا کر سامنے نیکل پہ رکھی۔ ایک کپ خود اٹھا کر سلیم صاحب نے دوسرے آپ کی طرف اشارہ کیا تو کھٹوم نے لے لیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

”آپ کی تین بیٹیاں ہیں؟“ سلیم صاحب بڑے بے تکلف مڈ میں نظر آ رہے تھے۔

”جی ہاں۔“

”اپنی پڑھ رہی ہیں؟“

”نہیں سر! بڑی بیٹی تو نعیم محل کر کے گھر میں رہتی ہیں، چھوٹی بیٹی آنرز کر رہی ہے۔“ اس نے نیلی سے بتایا۔

”میرا تو خیال تھا کہ آپ کی بیٹیاں چھوٹی ہوں گی، لہذا آپ خود اتنی بیک نکلتی ہیں۔“ نہ جانے یہ تریف تھی یا کچھ اور۔

”سر! اب میں جاؤں؟“

”جی۔“ وہ دوبارہ فائل میں گھسے ہوئے تھے، کام انجام دیکھ کر تھیں مگر توجہ طلب ضرور تھا۔ نوے پانچ بجے تک آفس خالی تھی۔ چوبیس بجے تک وہ گھر پہنچ جاتی تھیں۔ درد، عزا اور حوریہ بیٹیوں میں کے انتظار میں رہتیں۔ ان کے آنے کے بعد ہی چائے پی جاتی تھیں۔

خانہ ان بھر میں کھٹوم کی نوکری کے بعد انہوں کا نسب بدھ رہا تھا، عروہ کسی بات کو بھی خاطر میں نہیں

لاری تھی۔

صبح جب دو تیار ہو کر آفس کے لیے نکلتی تو دونوں بھابھیاں اپنے تمام کام اور حور سے چھوڑ کر اسے دیکھنے کھڑی ہو جاتیں۔

”بے حیائی ہے، بے حیائی۔ کیا زمانہ آگیا ہے، بلال بھائی کے مرنے کے بعد کھٹوم کتنے دھڑلے سے میک اپ کر کے نکلتی ہے۔“

”ہاں خولہ بھابھی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کھٹوم نے شوہر کی موت پہ ایک آنسو تک نہیں بہایا۔ علاوہ انہی مرضی سے ماں باپ کی محافت مول لے کر بلال سے شادی کی تھی۔ کیا ہوئی اب وہ محبت مجھے نہیں ہے کھٹوم نے آفس میں ہی کوئی اور ڈھونڈ لیا ہو گا، تب ہی تو اتنا بن نہیں کر جاتی ہے۔ ترس کھا کر کوئی بوٹی تو نوکری نہیں دے رہا۔ پھر کھٹوم کو کس بات کا تجربہ ہے جو اسے جھٹ پٹ نوکری دے دی گئی ہے۔“ یہ میرا بھابھی کے بیٹے تھے۔

”کھٹوم کو کسی اور کام کا تجربہ ہونہ ہو، ادا نہیں دکھانے کا تجربہ ضرور ہے۔ اداؤں سے کھانل ہو کر ہی تو باہل مرنا تھا۔ بیٹیاں بھی ہو، سوہلی کے نقش قدم پہ چل رہی ہیں۔ درد نے تو بڑی کوشش کی، وعدہ کو بھانسنے کی۔ مگر شکر ہے میرا بیٹا وقت پہ ہوش میں آگیا۔“

”ہاں خولہ! سن! انھیں کہتی ہو۔ شکر ہے میں اپنے کاشف کا رشتہ لے کر نہیں چلی گئی۔“ حیرانے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

اسعد اپنی نئی نوٹی دولہن کی ناز برداری میں مگن تھا۔ شادی کو ڈھائی ماہ سے زائد ہو چکا تھا۔ شائیں ابھی تک گھوٹے پھرنے کے موڈ میں تھیں۔ جوں ہی اسعد آفس سے لوٹا وہ سچ سنور کر تیار بیٹھی ہوتی۔ دونوں تھوڑی دیر بعد گھوٹے پھرنے لگتے جاتے۔ شامل اپنے میکے میں بڑی لڑائی تھی۔ سب بھائی، بہنوں سے چھوٹی تھی، اس لیے تک چڑھی اور منہ زور کی تھی۔ درد اور اسعد کا سابقہ رشتہ کسی مصلحت کے تحت اس سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ رن شاید شامل اسعد کا جین اجیرن



کر دیتی کہ تھکے ذرا اور اسی بات کو بنیاد بنا کر اس سے روٹھ جاتی اور لڑنا شروع کر دیتی۔ وردہ اس حد کی شادی کے بعد لہجے کے پورشن میں نہیں گئی تھی۔ البتہ شامل کئی بار اصرار آچکی تھی۔

وردہ کو چند ملاقاتوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ شامل بہت بچکانہ مزاج کی مالک وہی سی خود کو بہت اونچی شے سمجھنے والی لڑکی ہے۔

خوریہ نے تو برائی رہنمائی کے تحت شامل کو زیادہ لفٹ نہیں کروائی البتہ وردہ اور رعنا خوش اخلاقی سے پیش آتی تھیں۔ کلثوم کا انداز بھی محبت بھرا ہوتا۔ خود شامل کو یہ لوگ بہت اچھے لگی تھیں۔ وہ شاندار دوری کسی کی تعریف کرتی تھی مگر ان سب کے لیے کئی بار متاثر کن جملے اس کے لبوں سے ادا ہوئے۔

"وردہ شاہی کباب اور بیانی کتنی اچھی بنتی ہے۔"

"موریہ کتنی ذہین ہے رعنا سلیم میں بھی کتنی اچھی لگتی ہے اور آئی کلثوم کتنی بیک اور اسارت لگتی ہے۔" یہ اور اس نوع کی مٹی باتیں تھیں جو وہ وقتاً فوقتاً اس حد کے آگے بھی دہرائی تو وہ نگاہیں چر الیک۔

\*\*\*

ڈورنٹل تو اتار سے بچ رہی تھی۔ وردہ نے رنگ سے جھک کر نیچے دیکھا۔ گیت پہ کریم کلر کی شیراز کی جھلک نظر آئی۔ گھر میں صرف رعنا اور وہ تھیں۔ خولہ اور حمیرا بازار گئی ہوئی تھیں۔ شامل اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی اور بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

رعنا بولی نکا رہی تھی۔ اس کا نیچے جا کر گیت کھولنے کا بالکل بھی ہل نہیں چلا رہا تھا۔ رعنا کے کہنے پہ اسے یہ ناگوار کام سرائی میں ہی پڑا۔ اس نے جینکے سے گیت کالا کھولا تو کھلی سرٹ اور پتلون میں لمبوس لوجوان خنجر نگاہوں سے اندر کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے وردانہ کھانا تو در نہ مجھے تو شک ہو چلا تھا کہ شاید یہاں رہنے سے سو اسے سرے ہیں۔" خود اردو نے بڑے آرام سے لطیف انداز میں چوٹ کی توجہ نظر انداز کر گئی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟۔ اس وقت کوئی ہی نہیں۔ نہیں ہے۔ آپ نے ناحق آنے کی زحمت کی۔"

ایک ہی سانس میں بولی گئی۔ لہجے میں خود بخود ہی کئی بھی در آئی تھی۔ وردہ کو احساس ہوا کہ وہ خود ان اس حد سے غور سے دیکھ رہا ہے تو وہ جینکے ہی گئی۔

"میں انصر حسن ہوں شامل کا چھوٹا بھائی۔ اصل میں امی نے مجھے بھیجا تھا کہ شامل کو حقیقتاً دعوت نامہ دے آؤں۔" اس نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وضاحت کی تو وردہ یہ کہتے ہوئے وہیں سے مزگنی کہ "شامل اپنے کمرے میں ہے۔"

وہ تیز تیز میز چیاں چڑھتی لوہر چلی گئی۔ شامل کے چھوٹے زادے اس کا خوش اخلاقی برتنے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ انصر حیران ساٹھے گیت سے ایسی دیکھا رہا گیا۔ خولہ اور حمیرا اسی وقت نیکی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"بہنا! یہاں باہر کیوں کھڑے ہو۔" سلام دعا کے بعد وہ صحت سے بولیں تو انصر کا ہلکا کہہ دے۔

"آپ کے یہاں سہانوں کو گیت سے ہی جھلا دیا جاتا ہے۔" پھر جس طرح یہ بد مزاج حسینہ تیز رفتاری سے میز چیاں چڑھ کر گئی تھی جیسے وہ اندر آیا تو اسے چائے پانی کا پوچھا پڑ جائے گا۔ انصر صرف سوچ ہی سکتا۔

دونوں خواتین کی ہمراہی میں وہ ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھا تو اسی وقت شامل کو جگایا گیا۔ انصر کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ انصر نے حمیرا کے ساتھ کلثوم کا بھی دعوت نامہ دیا۔

اس کی امی نے اسے تین کارڈ دیے تھے کہ شامل کی سسرال میں الگ الگ تینوں گھروں کو دینے ہیں۔ انصر کے بڑے بھائی کے بیٹے شانی کا عہدہ تھا اسی سلسلے میں وہ شامل کی سسرال آیا تھا۔

"پلیز آپ سب آئیے گا امی نے بطور خاص مالک کی تھی۔" جب وہ واپسی کے لیے اٹھا تو ایک ہار پھر یاد پائی کروائی۔ حمیرا کو اس کی سعادت مندی پہ بڑا ہوا تھا۔

"انتنا خوش اخلاق لڑکا ہے۔"

"ہاں سچے ہوئے خاندانی لوگوں کی اولاد ہے۔"

انہوں نے حمیرا کی تائید کی۔

اس کے جانے کے بعد کلنی دیر تک دونوں خواتین کے درمیان موضوع گفتگو بنا رہا۔ انصر کا دل چلا رہا تھا کہ شامل سے اس گیت کھولنے والی لڑکی کے بارے میں پوچھے مگر حمیرا اور خولہ کی موجودگی کی وجہ سے وہ لاپرواہ رہا۔

"رہتی تو اسی گھر میں ہے سسرال انصر حسن! آخر تم کیا اس کے بارے میں سوچ رہے ہو۔" اس نے مل میں خود کو ملامت کی اور پوری توجہ سامنے نظر آئے والی سیاہ کونوار کی سڑک کی طرف مرکوز کر دی۔

شامل انصر کے جانے کے بعد کلثوم کی طرف آئی۔ رعنا اور وردہ ابھی ابھی کھانا کھا کر فاسح ہوئی تھیں۔

"جو سکتا ہے یہ میرا دم ہو یا مجھے ملنا نہیں ہوئی ہو۔"

انہوں نے ان کے تعلقات دونوں گھرانوں کے ساتھ کشیدہ ہیں۔ شامل اتنے دنوں سے جو کچھ محسوس کر رہی تھی آج اس کا برملا اظہار کر دیا تو وہ اپنی جگہ چوری ہو گئی۔

"نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں ہم شروع سے ہی اوپر رہتے آئے ہیں۔ ہار بار بار چیاں اترنے چڑھنے کی عادت نہیں ہے بلکہ "وردہ" فابریک اٹھتی بودا اور بے وزن سا تھا۔ یہ بھی خیمیت تھا شامل نے زیادہ حیران نہیں دیا۔

"اچھا میں یہ دعوت نامہ دیتے تکی تھی۔ انصر کو دیر دوری تھی وردہ خود آکر دیتا۔ میرے کزن کے بیٹے کا جبکہ ہے آپ سب کا بھی بکلا آیا ہے۔ وردہ اتم ضرور آئے گی۔"

شامل بڑے خلوص سے بولی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"آئی آئیں تو دیکھتے ہیں وہ کیا کہتی ہیں۔" رعنا بھڑکے ہوئی تو شامل مصنوعی غصہ سے اسے گھرنے لگی۔

"آئی سے میں خود بات کر لیں گی خبردار کوئی انکار

نہیں چلے گا۔" وہ خندی لہجے میں بولی تو رعنا شرمندہ سی ہو گئی۔

"میں اب چلتی ہوں، آئی آئیں گی تو میں پھر یاد دہانی کروانے آؤں گی۔" رعنا اور وردہ اس کے جانے کے بعد اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئیں۔

\*\*\*

رعنا کی بات سن کر کلثوم کلنی دیر چپ رہی۔ شامل کے کزن کی طرف سے دعوت نامہ آنے کے بعد وہیں جانے یا نہ جانے کا مسئلہ بڑا غور طلب تھا۔ پھر جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

"تم دونوں بہنیں چلی جاؤ میری اجازت کو لیک کی اپنی گاڑی ہے، تمہیں چھوڑ آئے گی۔ میں تو نہیں جاسکتی چھٹی کرنا مشکل ہے کیونکہ کلیم بہت زیادہ ہے۔ اگر شامل کا ہم سچ میں نہ آتا تو میں تمہیں کہیں بھی جانے کا نہ کہتی کیونکہ وردہ کی وجہ سے مگر اب۔ بہتری اسی میں ہے کہ سب کچھ فراموش کر دیا جائے کیونکہ تکلیف دہ یادوں کو بھول جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے قدرت کی مشیت یہی ہو۔ جب اللہ ہم سے کوئی ہماری پسندیدہ چیز لے لیتا ہے تو بدلے میں اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے ابھی تمہیں میری بات سمجھ میں نہ آئے چند برس گزرنے کے بعد تم اس بات کو جان سکو گی۔" وردہ کو شرمندگی سی ہوئی۔ کلثوم بولیں تھی تب ہی تو اس کے دل کی کیفیت سے آگاہ تھی۔

"وردہ! میرا مشورہ یہی ہے کہ اس حد سے وابستہ ہر آدم کو کھینچ دو، بھول جاؤ اسے۔" ایک بار پھر اس پہ گھڑول پانی پڑ گیا۔

"آئی! میں حقیقت میں نہیں جاؤں گی۔"

"یہ میرا حکم سمجھ لو یاد درخواست کہ تم ضرور جاؤ گی۔ تم دنیا کو باتیں بتانے کا موقع مستعد۔ تم سب کو بتا دو کہ تم کسی سے حسد نہیں کرتیں۔ وسیع ظرف کی مالک ہو۔" کلثوم کا انداز نامحمانہ تھا۔

وردہ بار بار گئی۔ "اچھا! جیسے آپ کی مرضی۔" سب

کی بار اس کا بوجھ تھا کتنا سا تھا۔  
 رعنا تو کلثوم کی کسی بات سے کبھی انکار نہیں کرتی تھی سو اسی وقت اپنے کپڑے استری کرنے لگی۔  
 شائل دبا دبا اور آکر پوچھ چکی تھی کہ کب تک تیار ہو جاؤ گی۔ لیکن کلثوم نے اسے سہولت سے انکار کر دیا۔  
 "مگر آئی! میں اور اسعد ہی گاڑی میں ہوں گے" وہیں دو تین افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہے پھر آپ کیوں غیریت برت رہی ہیں۔" شائل نے ناراضی سے کہا۔  
 "نہیں بیٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے میں اسعد کو کل ہی درود اور رعنا کو لے جانے کے لیے کہہ چکی تھی اب اگر عین وقت پہ انکار کر دوں تو اسے کتنا برا لگے گا۔"  
 "ابھا ٹھیک ہے" آتے ہوئے یہ ہمارے ساتھ آئیں گی۔" اس نے پھر انہیں مشکل میں ڈال دیا۔  
 ناچار وہ سر ہلا کر رہ گئیں۔  
 درود تو ایک بالکل انجینی گھر لور لوگوں کے درمیان خود کو بہت نزدیس محسوس کر رہی تھی۔ رعنا کی بھی ایسی ہی کیفیت تھی۔  
 شائل ان دونوں کو انفرادی فخر کی امی کے پاس لے آئی۔ سفید ساڑھی میں لمبوس جس کچھ سی خاتون رعنا کو بہت اچھی لگیں۔  
 "پھوپھو! یہ درود لور رعنا ہیں، میری بندیں سمجھ لیں مگر مجھے سنوں کی طرح لگتی ہیں۔"  
 "رعنا بیٹی کو تو میں نے تمہاری شادی والے دن دیکھا تھا مگر وہ بیٹی سے میں پہلی بار مل رہی ہوں۔" ماشاء اللہ بڑی باری بچیاں ہیں۔" وہ دونوں سے باری باری گلے ملیں لور پھر کلثوم کا مختصر "حل احوال پوچھ کر دیکر ملنے والوں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔  
 رعنا لور درود شائل کے ساتھ ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں تب ہی انہرؤ یزدہ سالہ شائل کو گود میں اچھٹ اندر چلا آیا۔  
 "کبا! آج تو بڑے بڑے مہمان آئے ہیں انہر

کی آنکھوں میں اپنائیت کے بہت سے رنگ۔ بیک وقت اترے تھے۔  
 "ادھر میرے پاس بیٹھو ذرا تمہاری خبر تو لوں۔ اس دن بغیر کھانا کھائے اٹھ آئے میں سخت ناراض ہوں تم سے۔" شائل نے بڑی بے تکلفی سے اس کا بازو اپنی طرف کھینچا تو وہ شائل کو گود سے اتار کر اس کے پاس ٹھک گیا۔  
 "پہلے مہمانوں کا تحارف تو کرو۔" وہ کن انکھوں سے درود کی طرف اشارہ کر کے بولا تو شائل اس کی شرارت بھانپ گئی۔  
 "یہ درود ہے اور یہ رعنا۔ دونوں بہنیں ہیں اور اسعد کی گزند ہیں۔ بس یا کچھ لو۔" وہ کچھ لوریں "ٹھیک ہے" ٹھیک ہے اور پلیز! تمہاری اہلی بزرگ کی طرف تھک رہی ہیں اس کی نظروں سے انہیں چھین کر دور کی طرف تھک رہی ہیں اس کے لیے رعنا کی اوت میں ہو گئی مگر وہ کسی اتھا کر اس کے سامنے براجمن ہو گیا۔  
 "میں درود اور رعنا! آپ کے کیا شائل ہیں؟" "کچھ بھی نہیں۔ بس گھر ہی ہوتی ہوں۔" اس کے بجائے رعنا ہی بولی۔  
 "میں درود! آپ شاید بولنے کے معاملے میں سب سے سنجوس ہیں۔" وہ مسکراہٹ لیوں میں دبا کر سنجیدگی سے بولا تو شائل کو درود کی گھبراہٹ پہ ہنسی آئی۔  
 "تم کیوں تنگ کر رہے ہو اسے؟" "یہ الزام ہے مجھ پر۔ سراسر الزام میں اسے نہیں ماننا۔" وہ احتجاج کرنے لگا۔  
 تھوڑی دیر بعد کمرے میں کچھ لور مہمان لڑکیاں آئیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تب کہیں جا کر درود کی جگہ چھوٹی۔  
 "مگر جب کھانا لگا تو وہ پھر اس کے پاس آ گیا۔" یہ برائی اور کباب بھی لیں نا آپ کی پابند بالکل خالی ہے۔ صرف سلاک کھا کر جائیں گی۔" اس نے خود اس کی پلیٹ کنارے تک بھر دی۔ وہ نہ بکلا رہی۔  
 "تھوڑی دیر بعد کمرے میں کچھ لور مہمان لڑکیاں آئیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تب کہیں جا کر درود کی جگہ چھوٹی۔  
 "مگر جب کھانا لگا تو وہ پھر اس کے پاس آ گیا۔" یہ برائی اور کباب بھی لیں نا آپ کی پابند بالکل خالی ہے۔ صرف سلاک کھا کر جائیں گی۔" اس نے خود اس کی پلیٹ کنارے تک بھر دی۔ وہ نہ بکلا رہی۔

"خائیں! جین بتائیں۔ ذرا دوسری خواتین کی ہڈیوں کی طرف دیکھیں۔" وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔  
 "تم آپ کی طرح بے مروت نہیں ہیں کہ مہمان کو مٹی خولی سلاک دین ہو اپنی۔" وہ مزے سے اس روزہ ان بات یاد دلایا تو درود دعا کرنے لگی کہ جلد از جلد اس گفت سے جان بچوئے۔  
 اسعد تو شائل کو دباں چھوڑ کر کچھ دیر بعد ہی اٹھ آیا۔ اسے ایک دوست کو دیکھنے جانا تھا جو ایک سیریس لہکسلٹ کے بعد ہسپتال میں ایڈمٹ تھا۔ گاڑی کی روٹ لے کر گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے شائل کو فون کر کے کہا تھا کہ وہ سلاک سے کسی کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ وہی الٹی ہسپتال میں ہی رہے گا۔  
 شائل نے انہر سے کہا۔ "میں چھوڑ دوں۔" تو وہ دل بہانے سے راضی ہو گیا۔  
 "پادرو درود اور رعنا! پھوپھو سے مل کر آتے ہیں۔" وہ خاتین کے جمرٹ میں کھڑی درود پھوپھو کی طرف برہہ گئی۔ وہ خود انہیں گیٹ تک پہنچانے لگی۔ درود نے اب چھوڑ دوڑ دی تھی جس نے سر سے لے کر پاؤں تک اس کے حساب سرانے کو صواب لیا تھا۔ انہر کو اس کے چادر اوڑھنے کا انداز بہت پسند آیا۔ وہ پچھلی طرف سے گھوم کر ذرا نیچے گیٹ پر بیٹھ گیا۔  
 "موسم ستاؤ خوبصورت ہو رہا ہے نا۔" وہ کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر بولا تو شائل نے اسے جیسے چوتھوں سے خبر دیا۔  
 "جتنی محض اور جس ہو رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو۔" وہ خوبصورت سے مذاق اچھا کر لیتے ہو۔  
 "تھینک یو" تھینک یو۔ پتا ہے باہر کے موسم کا فتنہ ابھی سے ہوتا ہے۔ دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم خود بخود اچھا لگنے لگتا ہے۔"  
 "اور یہ دل کا موسم کب اچھا لگتا ہے؟"  
 "نہی اچھی صورتوں کو دیکھ کر دل کا موسم ویسے ہی اچھا ہوتا ہے۔" ان دونوں کی ٹوک بھونک جاری تھی۔ درود لا اقلق انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ انہر نے کیسٹ پیئر لگا دیا۔ شائل سیٹ کی پشت سے ٹپک لگائے لوٹکھ رہی تھی۔ رعنا دونوں ہاتھ گود میں رکھے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کی طرف جی جان سے متوجہ تھی۔  
 بے قراری کیوں ہو رہی ہے کتنا چاہوں میں سن لے کوئی ذرا وہ خود بھی تنگ رہا تھا۔  
 گھر والی سڑک پہ جو نئی گاڑی مڑی درود نے شکر ادا کیا۔  
 "واپس کب جا رہے ہو؟" شائل نے سر اٹھا کر انہر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 "پرسوں کا موٹو پچ کر جو انٹنگ رپورٹ دینا ہے۔" اس کا ہشاش بشاش موڈ یا سیت زور ہو گیا۔  
 "کیچن صاحب! کل رات زور ہمارے ساتھ کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔"  
 "ٹھیک خیال ہے۔؟"  
 "تو آؤ گے؟"  
 "سر کے مل آؤں گا۔" وہ پھر سے خوش ہو گیا۔  
 گاڑی رکھتے ہی درود اپنی چادر سنبھالتی چھپاک سے گیٹ سے اندر چلی گئی تو در رعنا سے شائل لہجے میں بولا۔  
 "آپ کی بہن کتنی بد اخلاق ہیں شکریہ بھی ادا نہ کیا۔" وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہو گئی مگر اخلاقیات نبھانے کو خوش دلی سے بولی۔  
 "اندر آئیں انہر بھائی! چائے پی کر جائیے گا۔"  
 "نہیں شکریہ۔ چائے لوہا رہی۔ ویسے آپ کا بھائی کتنا مجھے بہت اچھا لگا ہے کیا ہی اچھا ہوا اگر آپ بھائی کہنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھائی سمجھیں بھی۔"  
 "کیوں نہیں انہر بھائی! آخر آپ اندر تو آئیں! امی آپ سے مل کر خوش ہوں گی۔"  
 "مگر آپ زور دے رہی ہیں تو میں آجاتا ہوں" کیوں شائل صاحب!"  
 "ہاں ہاں! بالکل۔ مجھے تو یہ پوری ذمیل ہی بہت پسند ہے صاف کو اور سلاک لوگ ہیں۔ کپڑے بدل کر

میں بھی آ رہی ہوں۔ وہ کہے ہاتھ کی بنی جائے پینے کا مڑا ہی کچھ اور ہے۔

"تو ٹھیک ہے میں بھی یہ چائے پی کر دیکھتا ہوں۔"

رعنا کے پیچھے پیچھے بھی لوہا آ گیا۔ رعنا نے کٹھن سے تعارف کروایا۔ حوریہ اندر کمرے میں تھی۔ کوازن کروہ بھی باہر آگئی۔ خوش پوش اور اسارت سے انحر کوہ اسعد کی شادی پر دیکھ چلی تھی اس لیے ہمارے ساتھ سے سلام کر ڈالا۔

وہ شامل اور اس کے پورے خاندان کو درود آتی کی خوشیوں میں رکتوت تصور کرنے لگی تھی۔ حالانکہ بے چاری شامل کا اس قصبے میں کوئی کردار ہی نہیں تھا جس کی بنا پر حوریہ اسے تصوروار سمجھتی تھی۔ درود کپڑے بدل کر چائے بنا رہی تھی۔

اسے رعنا پرست غصہ آ رہا تھا جو انحر کو اندر لے نکلی تھی۔

اس نے چائے کے ساتھ کچھ لسنکس رکھے اور رعنا کو آواز دی تاکہ وہ ٹرے لے جائے۔ انحر چائے پینے کے بعد بھی کچھ دیر تک بیٹھا رہا اس دور ان کٹھن اس سے رسمی سی گفتگو کرتی رہی پھر شامل کے ساتھ اس نے نیچے کا رخ کیا جنہاں اس کی خاطر مدارت کے لیے نئے سرے سے اہتمام ہو رہا تھا۔

"مجھے تو دال میں کچھ کلا لگ رہا ہے۔" شامل نے اسے ناولی نگاہوں سے دیکھا تو بہت جلد اس نے ہار مان لیا۔

"شامل! یقین کرو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے اس لڑکی نے مجھ پر جلوا کر دیا ہے۔ میں مسرور ہو گیا ہوں۔ صرف چار دن میں میرا یہ حال ہے۔" آئندہ جانے کیا ہو گا۔

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟"

"نہیں! جھک مار رہا ہوں ہجھوٹ بول رہا ہوں۔"

وہ جل کر لولا تو شامل نے لھندی سانس بھری۔ "تمہارے لیے کچھ کرنا پڑے گا۔ ویسے درود مجھے بھی بہت پسند ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ میری شادی سے کچھ عرصہ پہلے رعنا اور درود کے لیے بنائے گئے چیز کا

سلان ڈاکوٹ کر لے گئے تھے۔ کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اسی کے نتیجے میں درود کے والد کو جان لیوا ہارت انیک ہوا اور پھر بعد میں درود اور رعنا کا جس جگہ رشتہ طے ہوا تھا ان لوگوں نے وہ رشتہ بھی توڑ ڈالا۔ کلام آئی جالب کر کے اس گھر کا خرچہ چلا رہی ہیں۔" نے چاہتے ہوئے بھی شامل کے لیے میں جتنی آئی تو شامل کچھ دیر کے لیے انحر کو ہر گیا۔

"دیری بیڈ! اس کے لیے میں المسوس تھا۔"

"انحر! پھر پھر سے بات کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔"

"کیا سوچتی ہوں؟"

"یہی کہ اگر تمہیں درود پسند ہے اور تم اس سے شادی بھی کرنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں بغیر خیر کے شادی قبول کرنا پڑے گا۔"

"شامل! جہاں میں کیا چیز۔" خرم بھائی کی شادی تمہارے سامنے ہوئی ہے۔ مجھے بتاؤ! ای نے یا خرم بھائی نے غزالہ بھائی کے گھر والوں سے جین کی بددین کو کوئی مانگی بلکہ ای نے تو یہاں تک کہا کہ ہمیں غزالہ بھائی کے تین کپڑوں میں بھی قبول ہے۔ میں اب پہلی فرم میں ای سے بات کروں گا۔ مجھے امید ہے وہ ای میری خوشی کا ضرور خیال کریں گی۔" وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

کٹھن کی طبیعت تین چار روز سے خراب تھی۔

مرد درود بستر سے اٹھنے ہی نہیں دے رہا تھا اس کے آنس سے بھی چھٹی کرنا پڑی۔ اب تو اس کی طبیعت آئے دن خراب رہنے لگی تھی۔ آنس سے آنے کے بعد وہ بستر پر لیٹی تھی۔ حوریہ نے بہت زور دیا آپ ڈاکٹر سے عمل چیک اپ کروالیں۔ پھر ایک دوا ان تینوں کے زور دینے پر چیک اپ کے لیے راضی ہو گئی۔ تمام ٹیسٹ کیے گئے۔ کم از کم کٹھن کا کسٹا تو ٹھیک تھا۔

"مجھے چھکن ہے اور کچھ نہیں۔"

"تو آپ جالب چھوڑ دیں، ہم تینوں کچھ نہ کر سکتے۔"

لڑکیں گے۔ یہ حوریہ تھی۔ اس کی بات پر کٹھن کو نصیحت کیا مگر ضبط کر گئی۔

"جس تک میں تم تینوں بہنوں کو عزت سے رخصت نہیں کر دیتی تب تک نوکری چھوڑنا مشکل ہے۔ اب تو تنخواہ بھی برسہ گئی ہے دیگر سوتیلیں اس کے دادہ ہیں اور تم نوکری کی بات آئندہ مت کرنا۔ میں تمہیں گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ میں جتنی جلدی ممکن ہو تمہیں اپنے گھر کا ایکٹینا چاہتی ہوں۔"

"ای! ہم آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔" درود بستر کی پانچویں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

حوریہ بہت کچھ کہتا چاہتی تھی مگر ان کی حالت کے پیش نظر جب ہو گئی۔ اس کے دل میں بہت دنوں سے غبار بن چکا جو کسی نہ کسی صورت نکلنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔

اسعد ایک بات کہوں؟ شامل ڈرنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی باتوں پر کیم مل رہی تھی۔

"میرے پاس اگر کوئی ناؤ ہے تو اس سے تمہاری بات میری سبھ میں نہیں آئے گی۔" وہ نیم دوا آنکھوں سے آنسو بہا رہا تھا۔

"نہیں ابھی اتنی۔" وہ ٹائٹ کریم اب اپنے نرم و زلف بے راغ چہرے پر مل رہی تھی۔ دیکھ جیت لینا بہت خوش رہا تھا شامل نے اس کا کندھا چھوا تو وہ لڑکتی ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کو انحر کیسے لگا؟" اسب وہ باؤں میں اٹھکیاں چڑا رہی تھی۔

"اچھا ہے ہر لحاظ سے میں نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" اسعد اس کے نرم و نازک ہاتھ کی زبانت گویا اپنے ہاتھ میں ہب کرتے ہوئے بولا۔

"انحد! بت دراصل یہ ہے کہ۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

انحر نے فون کے ذریعے خرم بھائی پر درود کے حوالے

"بہن! کھانا۔" اس نے ہمت دلائی۔

"انحر! درود کو پسند کرنے لگا ہے۔ پھر پھر کو آنی کے پاس لانا چاہتا ہے۔ میں آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ کس بری طرح درود پر مرنا ہے۔ کاموسے روز فون کر کے اس کے بارے میں پوچھتا ہے۔ سچ بتاؤں تو درود مجھے بھی بہت پسند ہے۔ اگر یہ رشتہ طے ہو جائے تو اس میں دونوں گھرانوں کی خوش نصیبی ہے کیونکہ انحر جیسا لڑکا شاید ہی درود کو ملے۔" وہ اس کی حسیزہ ہوتی حالت سے بے خبرانی رو میں کے جاری تھی۔

"پلیز لاسٹ بند کرو۔" مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ سر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔"

"یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟" سردباؤں؟

"نہیں! میں سوتا جا رہا ہوں۔" اسعد کی ساری گرجو شمی بھاپن کراڑی تھی۔

شامل اس کے برابر آکر بیٹھی تو وہ کھوت بدل کر پرے ہو گیا۔ انہن خزاں کی زد میں آئے تھے کی طرح ادھر ادھر زلزل رہا تھا۔ اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا کہ درود کو اس کے بعد بھی کوئی پسند کر سکتا ہے۔ وہ اپنی شادی ہو جانے کے باوجود اس کے بارے میں سوچنے سے باز نہیں آتا تھا۔ اب شامل نے انحر کی پسندیدگی کے بارے میں بتا کر اس کی بے غلی مد سے سوا کر دی تھی۔

وہ چاہتا تھا درود ساری عمر اس کی بے وفائی کے باوجود اس کے نام پر بیٹھی رہے۔ تو نتیجہ ہمار اس کے سراپے کو الوداع کہہ دے۔ وہ اس وقت خود غرضی کی انتہا سوچ رہا تھا۔

شامل تو سو گئی وہ جاگتا رہا اور منصوبے بناتا رہا کہ کس طرح انحر کو درود کے رشتے سے برکشت کر سکے۔ براہ راست شامل سے تو یہ سب کہنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ چاہتا تھا کسی اور طریقے سے سب کام ہو تاکہ شامل بھول کر بھی اس پر شک نہ کر سکے۔

انحر نے فون کے ذریعے خرم بھائی پر درود کے حوالے

سے اپنی پسندیدگی پوری طرح عیاں کر دی تھی۔  
 "یار! تم اس دیک اینڈ پر آ جاؤ تب ہی بات بنے گی۔  
 ویسے میں امی تک تمہارا محل دل پہنچا ضرور دوں گا۔  
 بلکہ غزالہ یہ کلم زبانا بہتر طور پر کرے گی۔" خیر بھائی  
 نے اسے پوری طرح سے یقین دلایا۔ اگلے دیک اینڈ پہ  
 وہ خود گھر میں تھا۔

روزینہ بیگم کو کوئی اعتراض نہیں تھا، احسن  
 صاحب بھی راضی تھے۔ مدت خوش تھا کہ اتنی آسانی  
 سے سب لوگ مل گئے تھے۔ اب انیس دورہ کے گھر  
 بنانا تھا۔

کلثوم گھر پہنچی تھی۔ پونے چھ بجے کا وقت ہو گا  
 جب شامل مہمانوں کو ساتھ لے کر ان کے پاس آئی۔  
 رعنا اور حور یہ صبر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔  
 دورہ کلثوم کے پاس ہی تھی۔ اس نے مہمانوں کو سلام  
 کر کے ہٹ جانے میں ہی غایت جلدی کی کیونکہ خیر اور  
 غزالہ کی مسکراتی نگاہیں اس سے بہت کچھ کہہ رہی  
 تھیں۔

کلثوم پر مہمانوں کی آمد کا مدعا جتن کر شادی مرگ کی  
 سی کیفیت عاری ہو گئی۔ اس کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول  
 گئے پھر بھی اس نے رسمی طور پر سوچنے کی سہلت  
 مانگی۔

وہ لوگ چائے پینے کے بعد چلے گئے تو کلثوم نیچے  
 چلی آئی۔ خولہ اور حمیرا کو ویسے بھی کھد لگی ہوئی  
 تھیں۔  
 کلثوم نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ دورہ کے رشتے کے  
 لیے آئے تھے۔

"آپ دورہ کے چچا ہیں اس لیے آپ کو بتانا میرا  
 فرض ہے۔ وہ لوگ چند روز کے بعد حتمی جواب لینے  
 آئیں گے اس موقع پر آپ کی موجودگی ضروری ہے،  
 آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہے۔" مکمل کا کھرب تھا کلثوم  
 میں صد نوں بھائی شرمندہ سے ہو گئے۔

"ہاں ہاں! کیوں نہیں دورہ ہماری اپنی بیٹی سے پھر  
 انصر کا رشتہ جیسے بھائے مل جاتا بہت بڑی خوشخبری  
 ہے۔"

یہ بچا میاں تھے، انہوں نے بیگم سے بھی آج  
 چاہی۔ ناچار حمیرا نے رضامندی میں سر ہلایا۔  
 اسعد بھی مایہ دقت اس سے لونا تھا۔  
 رؤف صاحب نے اپنی دانست میں یہ خوشخبری  
 اسے بھی سنادی۔ اس نے اپنی ملا جذبات کو بے شکل  
 عیاں ہونے سے روکا اور کپڑے بدلنے کا بہانہ کر کے  
 وہاں سے اٹھ آیا۔

دورہ کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسعد کی  
 بچ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے رشتہ کے بعد بذات  
 خود چل کر میل تک آیا تھا۔  
 "کس لیے تشریف آوری ہوئی ہے؟" نہ جانے

ہوئے بھی دورہ کا لہجہ مدکھا ہو گیا۔  
 بہت خوشی ہو رہی ہے نا تمہیں انصر کے رشتے  
 سے۔ "اس کا لہجہ نہ کینگی لیے ہوئے تھا۔  
 "آپ یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہیں؟"

میں کون ہوتا ہوں! بہت خوب۔ اب میں کرن  
 ہوتا ہوں۔ کبھی ہم بھی تم جی تھے ایشیا ہمیں یاد آتی ہے  
 نہ یاد ہو۔ "وہ بہت بے خوفی سے کہہ رہا تھا۔  
 غیر موجودگی کا اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد ہی  
 اوپر آیا تھا۔ دورہ گھر میں اسی تھی۔  
 "اس رشتے سے انکار کرنا۔"

"کیوں انکار کروں؟"  
 "میں تمہیں کسی اور کا ہوتا کہے دیکھ سکتا ہوں۔"  
 "بھول جائیں کہ ہمیں ہمارا کوئی تعلق تھا۔"  
 "تعلق تھا تو ضرور یہ الگ بات ہے کہ تم بھول گئی  
 ہو مگر میں نہیں بھول سکتا۔ پلیز تم انصر کے رشتے سے  
 انکار کرنا۔"

"انکار کر کے میں اپنی ہی مشکلات میں اضافہ  
 کیوں کروں۔ آپ تو عین وقت پہ ساتھ چھوڑ گئے  
 تھے۔"

"دیکھو دورہ! یہ اچھا نہیں کر رہی ہو تم۔"  
 "آپ کو اب کوئی غرض نہیں ہوئی ہے کہ میں

دل نہیں کہہ برا۔"  
 "لو فرض ہے نا مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ  
 انصر کے ساتھ شادی سے انکار کر کے اپنے  
 فماری ماری ہے۔ تم کسی طرح بھی تو مجھے  
 کہہ لینی ہو دورہ! میں اب بھی تم سے محبت کرتا  
 ہوں۔ اسعد کا لہجہ غلغلہ خالی سا لگ رہا تھا۔ عین اسی  
 اور یہ پونہ روشی سے لونی۔ اسعد اسے دیکھ کر  
 اٹھ اٹھا اور فوراً نیچے کی جانب برہہ گیا۔

میں آئے تھے یہ موصوف؟ "اس کا لہجہ بہت  
 دل کو اس کا سامنا کرنا دشوار ہو گیا۔ وہ جواب  
 دینا چاہتی تھی۔ مگر اس میں کس گئی۔ حور یہ بند روازے  
 پر رہ گئی جس کے پیچھے سے دورہ کی سسکیں تیز  
 ہا رہی تھیں۔

کال چاہ رہا تھا ابھی اسعد کے پاس جا کر اس کا  
 ہاتھ پکڑ کر پوچھتے کہ وہ اوپر کیا لینے آیا تھا؟

اس کی خوشی دیدنی تھی۔ ہس نے غزالہ بھائی کو  
 اسے پکڑ کر کئی چکروں سے ڈالے۔  
 "یار! کب جا رہی ہیں دورہ کے گھر؟"

"میں بے صبری اچھی نہیں ہوتی، کچھ وقت تو لگتا  
 ہے۔ میری مرضی تو یہی ہے کہ ہم لڑکی کو دو بول  
 لے آئیں۔ اللہ اللہ خیر ملا۔"

وہ اتنی جلدی ہے۔ "وہ ڈھٹائی سے بولا تو غزالہ  
 کو کراہنے لگی۔

اس نے یہ جملہ بے بعد میں جانے کیا ہو گا؟  
 "میں بھی نہیں ہو گا۔" انصر کا اطمینان دیکھنے والا  
 اس نے اس کی خوشیوں کے دائمی رہنے کی دعا  
 کی اور مسود لگ رہا تھا۔

اس نے تو پتا چل چکا ہے کہ انصر کی والدہ اور والد  
 کھد کے لیے ہمارے ہاں بار بار چکر لگا رہے  
 ہیں۔ دورہ کو دیکھتے ہوئے بہت کا آغاز کیا سو  
 اس میں بلا کر رہ گئی۔

"بلال! اب اس دنیا میں نہیں ہیں، وہ ہوتے تو مجھے  
 کسی چیز کی بھی فکر نہ ہوتی۔ اب میرے اوپر وہی ذمہ  
 داریاں ہیں۔ مجھے تمہارے باب کا کردار بھی لونا کرنا  
 ہے۔ تم تعلیم یافتہ اور باشعور لڑکی ہو اس لیے میں تم  
 سے تمہاری رضامندی معلوم کرنا چاہ رہی ہوں کہ کل  
 کو تم یہ نہ کہہ سکو کہ مجھ سے میری مرضی نہیں پوچھی  
 گئی۔" دورہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"امی! آپ میرے لیے جس شخص کا بھی انتخاب  
 کریں گی، مجھے منظور ہو گا۔ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے  
 کہ میں اعتراض کروں گی۔ مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور  
 ہے۔"

"دورہ! مجھے تمہارے دل کی رضامندی درکار ہے  
 تاکہ جب تم نئی زندگی کا آغاز کرو تو ماضی کی یادیں  
 تمہارے ہمراہ نہ ہوں۔ اسعد تمہارا کل تھا اور انصر  
 تمہارا آج ہے۔ بھول جاؤ اسے جو تمہارا نصیب ہی  
 نہیں تھا۔" دورہ نے سر ہٹا لیا بھولنا آسان تو نہیں مگر  
 اسے یہ مشکل کام کرنا تھا۔

کلنی دیر تک معنی خیزی خاموشی طاری رہی جسے  
 کلثوم نے ہی توڑا۔

"تو پھر کیا جواب دوں میں انصر کے والدین کو؟"  
 "آپ جو چاہیں کریں امی! میں انکار نہیں کروں گی  
 اور یہ میں پوری سچائی سے کہہ رہی ہوں۔" یہ کہہ کر  
 وہاں سے لپکی۔

کلثوم نے دورہ کی ہونے والی سسرال پہ اچھی  
 طرح واضح کر دیا تھا کہ وہ شادی سلوکی سے کہے گی۔  
 احسن اور روزینہ نے جینز لینے سے حتی سے انکار کر دیا  
 تھا۔

جب شادی کی تاریخ طے ہوئی تو اس موقع پر کلثوم  
 کے پاس سلیم گیلانی بھی موجود تھے۔ جب سب اٹھ کر  
 چلے گئے تو تب دورہ کے پاس آئے۔

"یہ لو! میری طرف سے شادی کا تحفہ ہے کیونکہ  
 انصر کے والدین نے جینز لینے سے انکار کر دیا ہے، ہس  
 لیے یہ۔ تمہارے کام آئے گا۔ تم میرے لیے اولاد کی  
 طرح ہی ہو۔" انہوں نے ایک چمک اس کی طرف

پھلایا۔ رقم پڑھ کر وردہ کی آنکھیں جھانی سے پھیل گئیں۔ پچاس ہزار روپے وردہ نے کچھ کئے کئے کے لیے منہ کھولا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔

"رکھ لو یہ میری خوشی ہے۔" سلیم گیلائی پہلی بار ان کے گھر آئے تھے اور اتنی شفقت سے پیش آرہے تھے۔ وہ خوں بہنیں ان کے اپنائیت بھرے رویے اور بارعب شخصیت سے بہت متاثر ہوئی تھیں پھر اس کی شادی کے ہر موقع پر آگے آگے رہے۔ وردہ کی شادی میں کلہم کے آفس کے کلرک لوگند عوٹھے۔

حمیرا تو دل موسوس کر رہ گئی۔ اس کی تنہا تو یہی تھی کہ انہر اس کی درخشاں کامقدربنما اور وردہ کو بغیر جینز کے بیاہ کر لے جا رہا تھا۔ اس جینز کے بغیر جس کی خاطر انہوں نے یہ رشتہ ٹھکرا دیا تھا۔ حور یہ جو شامل اور اس کے تمام خاندان سے جو بلاوجہ کھینچ پھینچی رہتی تھی اب اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ انہر اس کا بہنوئی جو بننے جا رہا تھا۔

نکاح نامے۔ سائن کرتے ہی اس نے اپنی انگلیاں بے جان ہوتی محسوس کیں۔ روزینہ پاس ہی تھیں انہوں نے اسے گلے لگا کر ہار کیا۔

"اب یہ میری بیٹی ہے کلہم۔ بن! اس کے بارے میں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ پورے خلوص سے بولیں۔

کلہم سے خوشی سنبھلی ہی نہیں جا رہی تھی۔ وردہ شریف اور خاندانی لوگوں کی سوبین تھی۔ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ بن باپ کی کم حیثیت وردہ انہر جیسے لڑکے کا مقدر ہوگی۔

شامل نے وردہ کی شادی پر انہر کی کزن ہونے کے ناطے خلوص دل سے اس کی خوشیوں میں حصہ لیا تھا مگر اسعد جو وردہ کا کزن تھا کسی انجی اور بن بلائے مصلحت کی طرح وردہ کی شادی میں شریک ہوا۔ اس کا کتڑا کتڑا انداز شامل نے پہلی بار نوٹ کیا۔

وردہ انہر کے سنگ رخصت ہونے لگی تو وہ قصداً وہیں سے ہٹ گیا۔ دل میں ٹوٹ پھوٹ کا احساس ہو رہا

تھا۔ اس کے اپنے الفاظ سامنے انہر اس کا دل رعب سے پہلے اس نے کتنی جلدی سے دبا دبا دھا۔

میں رواجی سامد ہوں مجھے یہ کہنے میں گارنٹی نہیں کہ میں نے تمہارے دل کش سرائے سے کبھی ہر مرد کی طرح میری بھی تمنا تھی کہ تمہارے والے پہلے ہاتھ میرے ہوں مگر انہوں نے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مجھ سے پہلے کسی اور نے اس نے اتنا کہنے کے بعد جلد اور خوراپھول لیا۔

وردہ کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس کے موجود ہونے میں جیسے معنی و مطالب کو پا چکی ہے۔

"نقد۔" اس نے اذیت سے بے جا چٹائی پر ہونے والوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیے۔ وردہ ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ وردہ اس کی ہلکی سی اس وقت اس نے سوچا تھا کہ محبت، الٹی غیرت اپنی جگہ۔ اس کی غیرت اسے اپنی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ اپنے دل کے خواب اس سے وابستہ کر دیتا۔

پتا نہیں اس کی غیر موجودگی میں اس کا دل کیا کر رہا تھا۔ اس نے تو صرف وہاں ہی رہ گیا تھا۔ تب اس کی تمام تر تیب علیہ ہی دیکھا تھا۔

ہو گئی اور اس کی جگہ ایک رواجی شادی والے مرد نے لے لی اور وہ فوراً شامل کو ہار دیا۔ جب وردہ اپنے تمام جملہ حقوق کسی اور کے کر کے جا رہی تھی تو وہ مانتی بے آب کی طرح تھا۔

انہر کو صرف پندروہن کی چھٹی ملی تھی۔ اسے چھ سات روز تو صرف شادی کی تیاریوں میں ہی بھل گئے تھے۔ اسے سچا تھا۔ رات وہ دونوں شامل کے ہی دھندے میں تھے۔ اسعد بھی گھر پہ تھا۔ وردہ تو آنے ہی والی تھی۔ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

لاہور آگیا۔ رونا فوراً کچن میں کھس گئی جبکہ اسے مل کر اور چچی بچی کو سلام کر کے لوہے کی کڑی

جیسی تھی۔ "کیسا قدردان گھرانہ ملا ہے اسے۔" وہ وردہ کی گردن میں بڑے جڑاؤ نہ کھس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ انہر کی جیب میں بڑے موبائل نے گنگنا شریع کیا تو وہ معذرت کرتا ایک کونے میں چلا گیا۔ خولہ چچی کھانے کی تیاری کا جائزہ لینے کچن میں چلی گئیں تو اسعد تو موقع مل گیا کہ وردہ کا اچھی طرح جائزہ لے سکے۔

کلی ساڑھی اور فل آستینوں والے بلاؤز میں سفید ٹکینوں کا سیٹ پہنے وہ ملکوتی حسن کی مالک لگ رہی تھی۔ خوبصورت تو وہ پہلے بھی تھی مگر آج اس کی دکاشی حد سے بڑھ چکی تھی۔ شاید یہ انہر کے ساتھ کا اثر تھا۔ اس کے سرائے میں وہ تمام خوبصورتی اور نزاکت شامل تھی جو نئی نئی بہنوں کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ چچی کھانے کا آواز دیا تو انہر نے اس کے چہرے پر رقم بست سی داستانوں کے راز کھول رہا تھا۔ وہ داستانیں جنہیں رقم کرنے کے اس نے بھی خواب دیکھے تھے اب ان کا مالک انہر تھا۔

انہر فون کر کے واپس آیا تو اسعد دوبارہ فی دی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شامل نے بہت کچھ بولی تھا مگر وہ تو کھینچنے کی حد تک سی کھا سکی جبکہ انہر نے ہرجنے کے ساتھ انصاف کیا۔

کھانے کے بعد گنگو کا دور چلا تو شامل کشمیری قبوہ بنا کر لے آئی۔ انہر بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اس کی بے تابی نے جیسے اسعد کو جلتے الاؤ میں پھینک دیا۔

"رات۔ بیس رک جاتو۔" شامل شرارت سے بولی تو انہر نے بڑی صفا سے معذرت کر لی۔

"مجھے صبح چلے جانا ہے جا کر بیک تیار کروں گا۔" اسے اگر وردہ رکنا چاہے تو بے شک۔ "وہ گیند اس کے کورٹ میں ڈال کر بری انڈم ہو گیا۔ اسعد اس دوران وردہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"آئی ہماری واپسی کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" وردہ نے اسعد کی نگاہوں سے ہر ممکن طور پر بچنے کی کوشش

کی۔ انھوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے چہرے کی رونق واپس آگئی تھی۔  
پھر رات گئے ان کی واپسی ہوئی۔

حوریہ ان کی بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ یونیورسٹی میں بھی سارا دن غائب، ماغی کے عالم میں گزرتا تو جینی بھانجی کہ اسے کوئی چیز پریشان کر رہی ہے۔ سر فہمکن کے پیڑ کے بعد جینی اسے زبردستی کینے میرا پس لے آئی۔

"یار! بتاؤ نا کیا بات ہے۔ تم تو ایسے غیریت برتنی ہو جیسے میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔" وہ ناراض لگ رہی تھی۔

"بالکل نہیں بلکہ تم تو میری سب سے پیاری دوست ہو۔ اصل میں میں انی کی وجہ سے پریشان ہوں۔ انٹر نیار رہنے لگی ہیں۔ اتنی محنت کرتی ہیں صرف اس لیے کہ جلد از جلد ہماری شادی کر سکیں۔ یعنی میں خود کو عضو معطل محسوس کرنے لگی ہوں۔ کم از کم اتنا تو جو کہ میری تعلیم کی وجہ سے امی کو پریشانی نہ ہو۔ میں اپنا خرچ خود اٹھا سکوں۔" اس کی آواز بھرانے لگی تھی۔

"مگر حوریہ! اتنی تمہاری ملازمت کے حق میں بھی تو نہیں ہیں۔"

"انی وجہ سے تو میں پریشان ہوں۔ ایک دو جگہ نویشن کی بات کی ہے مگر وہ نوگ پیسے بہت کم دے رہے ہیں اس لیے میں نے انکار کر دیا۔" وہ بولی تو جینی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

"حوریہ! میرے ذہن میں ایک فیڈ بک آیا ہے۔ تمہاری طرف سے میرا ایک کزن بھی اپنا تعلیمی کیے پیر خود بنانا چاہتا تھا۔ لیکن کام کے بعد وہ پارت ٹائم انٹرورس قائم کرنا تھا۔ نتیجتاً اسے ابھی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ اگر تم راضی ہو تو میں ان سے بات کروں۔ کام مشکل بھی نہیں ہے یعنی ہفتہ میں زیادہ آمدنی اور اگر ایک آدھ مونی آتا ہے پھنس جائے تو سمجھو دارے نیارست ہو جاتے ہیں۔ تم یونیورسٹی کے بعد صرف

ایک ڈیڑھ گھنٹہ یہ جاہ کر سکتی ہو۔" جینی نے ا۔ ایک نئی راہ دکھائی تو وہ کچھ سوچنے لگی۔  
"تمہاری کو کیا کہوں گی؟"

"کچھ نہ کچھ کہہ دیتا۔ تم یونیورسٹی کے آس پاس کے گھر میں سے شروع کرنا۔ تمہاری بھولی صاحبہ دیکھتی ہی اکثر لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی میرا پس لیا کرتی تھیں۔" جینی نے اسے چھیڑ تو حوریہ لگی اسے دیکھ کر رہ گئی۔ جینی کا فیڈ بک اسے دل و جان پسند آیا تھا۔ اب مسئلہ کاٹوم کو رضامند کرنے کا رات کھانا کھانے کے بعد اس نے بہت کر کے اسے کہہ دی تھا۔

"انی! مجھے یونیورسٹی کے پاس ایک نویشن ملے" میری دوست کا بھانجا ہے۔ اس نے میری فکس کر دی ہیں کہ میں ہارن کو نویشن پر معاویہ کر بہت کم دے دیں۔ یہ ہے میں یونیورسٹی ٹائم کے بعد صرف ڈیڑھ دو گھنٹے پڑھایا کروں گی۔ آپ ہارن نہیں اٹھیں گی کیونکہ میں اس کی کرتی ہوں۔" پھر سمجھ سے پوچھا تو وہاں تم نے اس طرف تو اپنی تعلیم کا حق نہ دیا۔ تم خود کب بڑھو گی؟"

"اگر رات کو بہت دیر ہوتی ہے میں وہاں سے دیر سے سونے لی ما بانی ہوں۔ اب اگر میں نے انا تو جینی ناراض ہو جائے گی اور پتا ہے جینی میرا ابھی دوست ہے۔" حوریہ نے لاٹو سے اس کا ہاتھ ہاتھ تھام لیے تھے۔ کشمکش نے چند لمحوں کے بعد اس بات میں سر ہار دیا۔

\*\*\*

حوریہ نے حضرت کے دل کے ساتھ سر سبز بل و خٹے میں اعلیٰ ان چمت والے گھر کی نقل من آن اس کی باب کا پتلا ان تھا۔ جینی کی دوا پر غائب اس نے یونیورسٹی سے کافی فاصلے پر ہوسٹ ہو سائی اسٹیکم میں بنے گھر کا انتخاب بھی نوٹ لیا تو وہیں تھا۔

پھر وہ گھر کے بعد اندر سے کھٹ پٹ کی آواز

بیک سنبھل کر وہ چوکنا لگا ہوں سے اندر سے کسی کہیں کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ گیت کھولنے والا کوئی لازم تھا۔  
"کس سے ملتا ہے آپ کو؟" وہ غور سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"صاحب یا بیگم صاحبہ گھر پر ہیں؟ مجھے بہت ضروری کام ہے بلکہ نہایت ہی اہم بات ہے۔" اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے گیت سے ہی رخا رہا جائے گا۔ اسی لیے اس نے صاحب اور بیگم صاحبہ کا حوالہ دے کر ضروری کام کا کہا تھا۔

وہ چند سیکنڈ تذبذب سے اسے دیکھتا رہا اور پھر لمبائی سانس لے کر بولا۔

"صاحب تو گھر پر نہیں ہیں البتہ چھوٹے صاحب آرام کر رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی انجنی سے لوٹے ہیں۔" خوریہ نے جس اطمینان سے "ضروری کام" کا بیان کیا تھا اس سے رحیم داد بھی دھوکہ کھا گیا تھا جب ہی آرام سے چھوٹے صاحب کی موجودگی کا راز افاش کر گیا۔

"آئیں اندر آجائیں۔" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولا۔ خوریہ اس کی معیت میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آئی۔ رحیم داد اسے بھا کر خود اندر کی طرف چلا گیا۔

خوریہ نے بیک فائل سمیت گود میں رکھ لیا اور ایک بار پھر اسے چھن کے فیوڈی کپڑوں کا جائزہ لیا۔ ابھی وہ سینے میں کٹھوم اس کے لیے یہ سوٹ لائی تھی جس کی قیمت کسی طرح بھی آٹھ سو سے کم نہیں تھی۔ چہرے سرے لور آغوش سے وہ اتنے گھری گئی تھی تب ہی تو رحیم داد اسے یہاں بھا کر صاحب کو بلائے گیا تھا۔ یہ اس کا سب سے اچھا سوٹ تھا اس لیے نیک شکلوں کے طور پر اس نے آج زیب تن کیا تھا کیونکہ یہی کام تھا اس ملازمت میں کپڑوں اور جیلے کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ پاؤں میں رعنا کی خوبصورت نئی چپل تھی اس نے رعنا سے چھپ کر

یہ چپل پسلی تھی۔  
یونورسٹی سے نکلنے سے پہلے اس نے ٹواکٹ میں جا کر یعنی سے لب اسٹک اور قمیص پاؤں لے کر لگایا تھا تاکہ فریش نظر آئے۔  
اشعر جاگ رہا تھا۔

"صاحب! ہر ایک لڑکی اتنی ہے کہہ رہی ہے کہ مجھے صاحب یا بیگم صاحبہ سے ضروری کام ہے۔ میں نے کہا کہ بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ تو گھر پر نہیں ہیں البتہ چھوٹے صاحب ہیں تو کہنے لگی کہ ان سے ہی ملو اور میں ذرا تنگ دم میں بٹھا آیا ہوں۔"

"کتنے احمق ہو تم رحیم داد! آئے روز اخباروں میں آتا ہی ہے اور پھر ہماری کلونی میں تو خبریں لڑکیوں اتنی عمدگی سے دیا دیتیں کہ وہی ہیں کہ پولیس بھی چکر لگاتی ہے تم اسے بٹھا کر یہاں پہنچے آئے اسے باہر سے ہی رخصت کر دیتے۔" اشعر نے اپنی شربت صوفے سے اٹھا کر چھائی اور شبن بند کیے بغیر رحیم داد کو ہاتھ سے ایک طرف کرتے ہوئے سنبھال رکھا۔

اس کا کہہ اور ذرا تنگ دم آئے سامنے تھے پھر ردوانہ بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ خوریہ تک ان دونوں کی توازن نہ پہنچتی۔ ابتدا ہی غلط ہوئی تھی۔ کتنے آرام سے اسے چور قرار دے دیا گیا تھا۔ اشعر اس کے سر پر کھڑا ہے گھور رہا تھا۔

"ہاں تو محترم! آپ کون سے ضروری کام سے آئی ہیں بیٹا پسند کریں گی۔" اس کے لیے میں ذرا بھی لحاظ اور موت کا شائبہ تک نہ تھا۔ خوریہ اضطراری انداز میں صوفے سے گھری ہو گئی۔ سامنے نگاہ کی تو سرخ سرخ آنکھوں والا نوجوان اسے محکوک انداز میں گھورتا نظر آیا۔

پہلی بار اس نے خود کو کوسا کہہ لیں اس گھر میں کبھی آئی۔

"نفس میرا نام خوریہ بلال ہے۔ میں آنرز کی اسٹوڈنٹ ہوں اور پارٹ ٹائم انشورنس کا کام کرتی ہوں۔ میری دو بہنیں اور بھی ہیں۔ میری امی ایس ایم

برادر میں جالب کرتی ہیں اور میں جو گھبرا کر اپنے بارے میں سب کچھ بتا رہی تھی۔

"یقین کریں میرا کسی بھی جراثیم پیشہ گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" اشعر حیرت اور بے یقینی کے طے طے تاثرات سمیت اس لڑکی کو دیکھتا رہا۔

پتا نہیں دو واقعی سالہ گئی یا پھر مین رہی تھی کہتے مزے سے اپنا بایو ڈیٹا دیتا رہا تھا۔ حماقت کی بھی حد ہوتی ہے۔

"آپ سے کس نے کہا تھا کہ بھری دوپہر میں یوں اکیلے دھڑلے سے لوگوں کے گھروں کی تل بجائی پھریں۔ اس گھر میں ایک رحیم داد اور دو سرامو میں ہوں اور اکیلے لڑکی کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" خوریہ کی ناغوں نے اس کے جسم کا بوجھ سارنے سے انکار کر دیا۔

"ڈیکس پلینز مجھے جانے دیں۔" وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید اب اس کے ساتھ وہ کچھ پیش آنے والا ہے جو آج سے پہلے وہ اخباروں میں پڑھتی رہی ہے یا پھر لاہروں سے سنتی آئی ہے۔ بھلا ان دونوں کے جوان مردوں سے بھاگ کر وہ نہیں جا سکتی ہے۔ اس نے دھندلائی نگاہوں سے ذرا تنگ دم کے ردوانہ کی طرف دیکھا۔ ملازم اب یہاں نہیں تھا۔ خوریہ نے بغیر سوچے سمجھے گیت کی طرف دوڑا لگادی۔ اشعر بھی اس کے پیچھے لپکا تھا۔ اب سڑک پہ تھی اور بار بار مڑ کر براسی نگاہوں سے پیچھے بھی دیکھ رہی تھی۔

"سینے مس۔۔۔ میں بھی ایک۔۔۔ یہ پالیسی لینا چاہتا ہوں۔" وہ زور سے بولا مگر خوریہ سنی ان سنی کر کے آگے کی طرف بڑھتی رہی۔

"مجیب لڑکی سے خواہ مخواہ ڈسٹرب کرنے آگئی تھی اور پھر یوں پاگوں کی طرح منہ اٹھا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ میں انسانی بہد روی کے نامے پالیسی لینا چاہ رہا تھا جانے نہ کیا کبھی۔" اشعر برہنہ رہا تھا۔ رحیم داد بوٹ کر آتا تو لڑکی نہیں تھی۔ وہ سالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"چلی گئی ہے مگر اپنے بارے میں فر فرتا رہی تھی۔"

میری امی ایس ایم برادر میں کام کرتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔" اشعر کے ذہن میں ایس ایم برادر کا نام محفوظ ہو گیا تھا۔

خوریہ گھر پہنچی تو رعنا سو رہی تھی۔ اس نے شکر ادا کیا، ورنہ اس کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر وہ کئی سوال کرتی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے، جانے کون سی نیکی کام آگئی تھی۔ آئندہ میری توہ جو میں نے اس پارٹ ٹائم جاب کے بارے میں سوچا تھی۔ میں یقینی سے صحت صاف کہہ دوں گی یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میں اس جاب کے بغیر ہی ٹھیک ہوں۔" اشعر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ جائے نماز پہنچی خود سے وعدے کرتی رہی۔



خوریہ فائل اگر ازمز کے بعد فائل تھی۔ کلثوم اس طرح ہنوز آغوش جاری تھی۔ ایک دھند کے چخ تجربے کے بعد خوریہ نے ملازمت کے ذریعے امی کے بوجھ کو کم کرنے کا جو خواب دیکھ رکھا تھا وہ اسے فراموش کرنا پڑ گیا۔ یعنی ہی کے توسط سے اسے ایک اور بیک ملازمت مل رہی تھی، لیکن کلثوم اس کے کام کرنے کے حق میں نہیں تھی۔

گھر کے معاملات اسی طرح چل رہے تھے شامل کی طبیعت کالی دنوں سے خراب تھی۔ خولہ اسے ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے لے کر گئیں تو خوشخبری سمیت واپس آئیں۔ شامل اکثر شمالی سے گھبرا کر اوپر رعنا اور خوریہ کے پاس چلی جاتی۔ درد کے خون آنے رچے ہوئے بعد وہ خوب بھی چکر لگاتی تو زندگی کے گئے بندھے معمول میں کچھ باپل کا احساس ہوتا۔

انصر کی پوسٹنگ شور کوٹ ایئر میں ہے ہو گئی تھی۔ درد اس کے ساتھ ہی گئی تھی۔ لب اس کے ساتھ شخص فون کا رابطہ رہ گیا تھا۔ اس دوران انصر کو بوٹ کے ساتھ عمران جانا پڑا تو درد کو وہ اس کے گھر پہنچ گیا۔ "دولن سسرل میں رہنے کے بعد وہ امی کی طرف آ گئی۔"





آج تیسرا روز تھا کہ کلثوم آفس میں گئی تھی۔ سورہ کے ساتھ بند کمرے میں راز دنیاز ہوتے رہے پھر ایک روز یہ عقدہ بھی کھل گیا۔ سورہ نے رعنا اور حور یہ کوتایا کہ۔

"امی بہت جلد تمہاری شادی کرنے والی ہیں۔ سدا کی تھوڑے دل کی حور یہ یہ سن کر بے اختیار ہی تو ہو گئی۔

"میں کوئی شادی وادی نہیں کروں گی میں امی کے پاس رہوں گی۔" سورہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ وہ امی ملامتوں کو رخصت کر دیں گی۔" حور یہ کے تو ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے۔ البتہ رعنا نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

جس کسی نے بھی حور یہ اور رعنا کی شادی کی خبر سنی، حیران رہ گیا۔ کلثوم نے تمام سرالیوں کو اعتماد میں لیتے ہوئے دونوں لڑکوں کے بارے میں بتایا تھا۔ رعنا کے لیے جس لڑکے کا انتخاب کیا گیا تھا وہ کلثوم کے آفس کے ہی ایم ڈی کا بیٹا تھا جبکہ حور یہ کا بولے والا شوہر سلیم گیلانی کے بھائی منیر گیلانی کا ایک بھائی تھا۔ کلثوم بہت خوش تھی اس کی شالی رخصت میں پھر سے سرنی روڑنے لگی تھی۔ نکاح کے ایک ہفتے بعد ان دونوں سونوں کی رخصتی تھی۔

پھر بے حد سادگی کے ساتھ سارے امور طے پا گئے۔

بال کی موت کے طویل عرصے بعد کلثوم پہلی بار سکون کی خند سوئی۔

اس کے بعد پورا مہینہ رخصت میں گزرا۔ انصر بھی مکرین سے لوٹ آیا تھا۔

کلی حور یہ اور رعنا کی رخصتی تھی۔ رات گزر رہی تھی۔ کلثوم ان کے کمرے میں آنکھیں سورت بھی نہیں تھی۔ کلثوم نے باری باری ان تینوں کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے تیروں سے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی راز کا انکشاف کرنے والی ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے فرائض سے بخوبی عہدہ برآ ہو رہی ہوں۔ میں یہ سوچ سوچ کر ریٹائر ہوئی رہتی تھی کہ جیسے تم تینوں کی شادیاں ہوں گی میں نے تمہارے ابو سے بھلے وقتوں میں وعدہ کیا تھا کہ اگر برا بھلا وقت آیا تو میں تم تینوں کو یا ہر کسی بے رحم فضا میں نہیں جانے دوں گی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔" پھر وہ سانس لینے کے لیے رکی۔

"آج اس راز کو کھولنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا۔ سوچتی تھی جب تم تینوں اپنے اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ اتنے اچھے گھروں میں تمہاری شادیاں کیونکر ممکن ہوتی ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر کو چپ ہوئی تو کسی میں بھی اس کو مخاطب کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

"صرف میری تنخواہ میں تمہاری شادیاں ممکن نہیں تھیں اس لیے میں نے سلیم گیلانی سے شادی کر لی تھی جو ایس ایم برادر کے مالکوں میں سے ایک ہیں۔" انہوں نے ایک سانس میں وہ کہہ دیا جس کا بوجھ دور کی شادی سے بھی پہلے ہی تن کا تھا۔

"امی! آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" سورہ بے یقین لگا ہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں سورہ! سچ ہے آفس میں کام کرنے کے کچھ عرصے بعد ہی سلیم صاحب نے مجھے شادی کی آفر کی۔ میں نے تمہارے اچھے مستقبل کے لالچ میں یہ آفر قبول کر لی اور سلیم صاحب کے سامنے یہ شرط رکھی کہ جب تک تم تینوں کی شادی نہیں ہو جاتی میری اور ان کی شادی راز میں رہے گی صرف منیر بھائی اور رحمت بھائی کو پتہ ہے۔" یہ دونوں رعنا اور حور یہ کے سر تھے۔

"سلیم صاحب نے میری ہر شرط مانی۔ میں تک کہا کہ میں تمہاری بیٹیوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھوں گا اور انہیں بیٹیوں کی طرح ہی رخصت کروں

کہ" یہاں تک پہنچ کر وہ چپ ہو گئی۔ ان تینوں کے دواں دواں ہونے چہرے کلثوم کی برداشت سے باہر تھے۔

"آپ نے خود کو بچ دیا۔" حور یہ کا جملہ بہت سخت اور کاری تھا۔

"میں نے اسی لیے کہا تھا کہ ہم تینوں بہنوں کو بڑست کرنے دیں ہم کچھ نہ کچھ کر ہی لیتے ہم تینوں خیم یافتہ تھے بڑے بڑے دفاتر میں۔ سہی کوئی پھولی مانی تو کمری تو مل ہی جاتی۔" حور یہ کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو گیا تھا۔ ان تینوں کی یہی کیفیت تھی۔ رعنا باگی خاموش تھی۔

"تمہیں کیا پتہ میں نے کیسے یہ سب کچھ کیا ہے۔" کلثوم کا لہجہ ہر قسم کے اثر سے عادی تھا۔

"ہاں! پتہ ہے سب کچھ کیا ہے۔" حور یہ بد تمیزی کی انتہا کو پہنچ رہی تھی۔

"ہم کسے رشتہ دار ہیں؟ سامنا کریں گے سب ہم نہیں گھر کے مذاق اڑائیں گے کہ جو ان بچوں کی میں نے شادی کر لی؟ ہمارے دو خیال والے ہمیں جینے کے قتل نہیں چھوڑیں گے ہم جس طرف سے بھی گزریں گے دنیا والوں کی زبانیں ہمارا پیچھا کریں گی۔" سورہ لگی۔ کلثوم سپاٹ چہرے کے ساتھ خاموش رہی۔

"اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"آپ نے ہماری اور خاندان والوں کی عزت کا ایسا کیا ہے جو کہہ رہی ہیں میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔" حور یہ کا لہجہ احترام سے یکسر غاری تھا۔

"دیکھو حور یہ! تمہیں خدا کا واسطہ لوگوں کے ماننے میرا تشامت بنو ابلہ۔" کلثوم نے ناہزی سے کہا۔ یوں لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت ضبط کا اختیار کوہے گی۔

انکار نہیں کیا تھا ان دونوں کے برعکس وہ ملی کی قربانیاں فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اپنے سرے کلثوم کے ہاتھ کا کس محسوس ہوا تو اس نے بھی ہلکی ہلکی انہماکی۔

"رعنا! تم بھی مجھے قصور وار سمجھ رہی ہو۔ میں خنجر ہوں کہ تم بھی کچھ کہو مجھے۔ محبوب بھراؤ۔"

"نہیں امی۔" وہ تڑپ اٹھی۔

"حور یہ اور سورہ آپنی شاید اپنے رشتہ داروں کے روتے بھول گئی ہیں۔ ان کی طوطا چٹھی اور خود غرضی فراموش کر گئی ہیں جب ابو کے بعد سب نے ہم سے آنکھیں پھیر لی تھیں اس وقت یہ سب رشتہ دار کھلی تھے جن کا سورہ آپنی اور حور یہ کو بہت خیال ہے۔" وہ قہدا "انہیں سنائے کو ادنیٰ توازن میں ہوں۔"

حور یہ نے اس انکشاف کے بعد دل میں جو غلطی تھی اسے کر کے ہی رہی۔ اس نے سمجھنا سے بھرے گھر میں ہر شخص سے انکار کر دیا۔

کلثوم کی کوئی بھی التجا اس کا دل موم نہ کر سکی۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گی۔ آپ نے ہماری صورت میں مجبور یوں کا سودا کیا جو مجھے منکھور نہیں ہے۔" سلیم گیلانی نے اس کی تنقید میں کیس گھرو جا کر کمرے میں بند ہو گئی۔

"حور یہ! بدوا نہ کھولو۔ صرف آج کے دن آخری بار میری بات مان لو۔ صرف آخری بار۔" کلثوم نے بے قراری سے بدوا نہ کہنے لایا۔

"حور یہ! تمہیں اپنے ابو کا واسطہ یوں مت کرو۔"

حور یہ نے جو میرے سے بدوا نہ سے کھول دیا۔

"ساری صورت حال تمہارے علم میں ہے منیر بھائی نے سینکڑوں مسلمانوں کو بدعنوان کر رکھا ہے اگر تم نے یہی ضد لگائے رکھی تو ان کی بہت بدنامی ہوگی اس وقت میرا بھرم رکھ لو مسرسل چلی جاؤ۔ بعد میں جو جی میں آئے کر لے۔"

"آپ بار بار میرے ابو کا نام مت لیں۔ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ لب ان کا نام اپنی زبان پہ

لا نہیں۔ ٹھیک ہے میں پرسوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس گھر میں آجوں گی۔ میں ان قتلِ ظہر لوگوں کی محل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جنہیں آپ اور سلیم صاحب نے ملی بھگت سے میرے لیے منتخب کیا ہے۔ حوریہ کا لفظ لفظ نہ ہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

مسافروں کے کانوں میں جھٹک توڑی گئی تھی۔ پھر کسے ممکن تھا کہ منیر گیلانی کو پتہ نہ چلتا۔ اور کلثوم اور سلیم گیلانی کی خفیہ شادی کی خبر ایسی تھی جس پر حوریہ کی ساری دو حیل میں چہ بیگوئیاں ہو رہی تھیں۔ رونق صاحب اور چچا میاں کے تو چہرے ہی جھٹکے ہوئے تھے یہی حال خولہ اور حمیرا کا تھا۔ درد کے سسرال والے خاموش تھے۔ حوریہ کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جو نئی صورت حال بن گئی تھی وہ کئی سرگوشیوں کا دروازہ کر رہی تھی۔ منیر گیلانی کی بیوہ۔ بن حوریہ کے کپڑے اور دیگر چیزیں لائیں۔ وہ دھن بننے کے لیے راضی ہی نہیں ہو رہی تھی۔ کپڑے تو مارے باندھے اس نے پسینے لیے۔

”اس ڈھکوسلے کی ضرورت ہی کیا ہے جب مجھے وہاں رہنا ہی نہیں ہے تو پھر دلہن کا سوانح بیکار کیا۔“

منیر گیلانی اور نارو نے اشعر کو اک طرف لے جا کر صورتِ ملی سمجھائی تو وہ غصے میں آپ سے باہر ہو گیا۔

”جب وہ محترمہ راضی نہیں تو پھر یہ کہہ کر گپالے کی کیا ضرورت تھی آپ کو تو اسلانی ہمہ روی کا بخار چڑھ جاتا ہے۔ انکل کے زور دینے پر آپ کتنے آرام سے شادی کے لیے تیار ہو گئے۔ اما جب وہ لڑکی ہو کر اتنے لوگوں میں دھڑلے سے انکار کر سکتی ہے میں تو پھر مرد ہوں کیسے اپنی توہین برداشت کر سکتا ہوں۔“ وہ بھی اکڑ گیا۔ منیر گیلانی سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ بمشکل تمام اسے لہجہ آگیا۔

حوریہ اور رعنا کی رخصتی کے بعد وہ وہاں سے ملے بغیر ہنصر کے ساتھ چلی گئی۔ کلثوم کے دل کو دھکا سا

لگا وہ لے بے مسافر کی طرح کمرے کے بیچوں بیچ لہ گئی تو سلیم گیلانی نے ہمہ روی سے اسے دیکھا۔

”او کلثوم! اپنے گھر ملتے ہیں۔ مجھے تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ اب یہاں کا رکھا ہے پھر دے بھی تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکی ہو۔ میرا گھر تمہارے انتظار میں ہے۔ ڈاکٹر نقوی کو میں ابھی فون کرتا ہوں جب تک وہ آتا ہے تب تک ہم بھی پہنچ جائیں گے۔“ کلثوم نے ہونے سے اثبات میں سر ہلایا۔

اسے سلیم گیلانی کے ساتھ جاتا دیکھ کر کئی دنوں حسرتانہ انداز میں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

”ہم انکوں نے میری دل کی مجبوریوں سے بے اعتنائی ہے گھر میں اپنے ساتھ ایسا نہیں ہونے والی تھی میں اپنے مرحوم باپ کی وجہ سے عارضی طور پر یہاں آئی ہوں۔“

”کیوں کیا ہے مجھ ناچنے پر یہ آوازیں۔“ وہ بھی کہیں حساب رکھنے والا تھا۔ ابھی کچھ نہ بولے جس انداز میں اس کے گھر آکر جس طرح بھاگ ہوئی تھی اشعر کا بی روز تک اسے یاد کر کے ہنستا رہا۔ پھر جب حوریہ سے اس کی اجانک شادی کا سلسلہ پورا سے تصویر دکھائی گئی تو وہ ایک نظر میں پہچان گیا وہی انشورنس والی لڑکی ہے جو بھری ہنسنے میں اس کے گھر تکی تھی۔

جب وہ کسی طرح کالی بل نہیں کر رہی تھی۔ اس کے لیے میں کوئی موت تھی تو پھر اسے کیا بڑی تھی کہ اپنے دل کا بدلہ لے کر پھر نہ اس کے نرم نرم گول ہاتھ جذبوں پر اوس آگری تھی۔

وہ اس گھر اور اس کے کینوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ آئی تھی۔ اپنے پورشن کی بیڑی میں کھڑے کرتے ہوئے اسے اپنے پیچھے بست سے قدم ہٹا کر

نہٹ سٹکی رہی تو وہ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔ خولہ میراچی درختیں شامل سب اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ محل سے انداز میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ خولہ چچی اور حمیرا چچی نے معنی خیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”حوریہ! تم سے مجھے اس حیرت کی امید نہیں تھی۔“ شامل ہنس سے بولی تو وہ کندھے جھٹک کر رہ گئی۔

”ہاں بھلا اب یہاں کیا رکھا ہے کون تمہاری راہ دیکھ گا۔ تمہاری امی تو اپنے نئے لویے دو لہا کے ساتھ پہن گئی ہیں۔“ خولہ نے ٹھٹھکیا۔

”کلثوم کو اب بھلا شادی کی کیا سوچھی تھی۔ نہیں ہاں اگر اللہ اللہ کرتی۔ نہ پوچھو کہ کلی محلے والے کیا کیا نہیں کر رہے ہیں۔“ یہ حمیرا چچی تھیں۔ شامل نے لڑکی نگاہوں سے دیکھا۔

”اتنی نے شادی ہی تو کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ وہ اپنے مسائل کو ہم سے بڑھ کر جانتی تھیں۔ پھر کلثوم انکل اتنے آوی ہیں۔ آپ خود ایمانداری سے جانیں اگر اتنی شادی نہ کرتیں تو اس گھر کے مسئلے حل نہ ہونے کے لیے آپ لوگ کچھ کرتے؟ میں نے تو یہ ہی سنا ہے کہ وہ وہی مستی صرف اس لیے ٹوٹ گئی تھی کہ کلثوم اتنی چیزیں ڈھانڈھ رہی تھیں کہ کتنی تھیں۔ اس خود غرض دنیا میں جب ہر طرف نقصان فانیام ہو تو پھر ہر شخص کو اپنی اپنی صلیب خود ہی اٹھانا پڑے۔“ شامل نے آئینہ دکھایا تو سب جب کے ہاتھ روکنے حمیرا چچی جب ہو گئی۔ بہت کچھ کہنے کی ضرورت خولہ کے دل میں ہی رہ گئی۔

نارو کمرے میں حوریہ بالکل خاموشی سے بیٹھی (ال) کو تک رہی تھی۔

اشعر کی پھر پھر نارو اور اما منیر گیلانی نے اسے کتنا انا تھا۔ یہ اشعر لا خلیق نظر آ رہا تھا۔ یہ دونوں اس کے دل میں انہی کی طرح گزرا رہے تھے جیسے بھولے جھٹکے ال طرف آئی ہو۔

”ایسا اگر یہ یہاں رکنا نہیں چاہتی ہیں تو آپ کہیں زبردستی کر رہے ہیں؟“ اشعر نے کہا۔

”وہ کھو بیٹی! گھر بٹا آسان نہیں ہوتا نہ یہ بچوں کا کھیل ہے کہ شادی کر کے طلاق دے دی جائے۔ تمہاری امی کو برا ارمان تھا کہ جلد از جلد تم اپنے گھر کی ہو جاؤ پھر سلیم بھائی کی شادی پر میں بھی خوش ہوں۔ سلیم بھائی بہت رحمدل فطرت کے مالک ہیں انہوں نے حوالی میں بھی کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی بہت پہلے ایک بیوہ سے شادی کی تھی جو ان سے پورے دس برس بڑی تھی۔ ان کا یہ جذبہ سرا ہے بنانے کے لائق ہے۔ کلثوم بھابی نے جب دارے ادارے میں ملازمت کی تو تب ان کے حالات سلیم بھائی کے علم میں آئے اور انہوں نے بھابی کو پود پوز کیا۔“

حوریہ نے خود کو شرمندگی کے گہرے غاروں میں اترتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ کمرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے امی نے سلیم صاحب سے ان کی خوشیوں کی خیرات مانگی ہے۔ وہ بہت علوم علوم سی گیا اپنی اڈس سے باہر نکلی تھی۔

”حوریہ بیٹی! اچھی طرح سوچ لو اگر لوٹنا چاہو تو واپسی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں میں یہی سمجھوں گا کہ۔“ اپنے پیچھے اس نے منیر گیلانی کی آواز سنی تھی۔

”میں اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں سر اٹھا کر لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا چاہتی ہوں جو یہاں اس گھر میں ممکن نہیں ہے۔ آپ بھی تو سلیم صاحب کے رشتہ دار ہیں۔“ اس نے غل میں مدد کیا تھا۔

حوریہ کے خود مختار ہونے کا دیرینہ خواب پورا ہو رہا تھا۔ امی تو اس کی ملازمت کے تحت خلاف تھیں مگر اب اسے کسی کا بھی ڈر نہیں تھا۔ اس نے ایک اخبار

جوائن کر لیا۔ جو اس کا دیرینہ شوق بھی تھا۔

ایڈیٹر احمد بٹ نے بہت جلد اس کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا۔ مگر احمد بٹ سے سارا اسٹاف ناراض ناراض نظر آیا تھا کہ جو تکہ وہ غنی غنی آئی تھی اس لیے لب کشائی کی ہمت نہ کر سکی۔ نیوز کیشن کا حسن اور چیف رپورٹر عون احمد بٹ کے خلاف ہی باتیں کرتے نظر آئے۔ بہت آہستہ آہستہ وہ کچھ ہی روز میں ایڈیٹر کے ساتھ عون اور حسن کی چپقلش کی وجہ جان گئی۔ حسن کا برس اور ایڈیٹر رپورٹر تھا مگر احمد بٹ نے آتے ہی اس کا تیلہ شوز میں کر دیا جو اس کی فینڈ ہی نہیں تھی۔ جس پر اس نے خوب شور کیا تھا۔ عون بھی حسن کا ہمراہ تھا۔

حوریہ نے اپنے تئیں بڑے خلوص سے حسن کو مشورہ دیا کہ وہ کسی بڑے اخبار میں چلا جائے حسن اسے تختہ نہ کیا۔

"بھئی" میرا مطلب ہے جب آپ شوز کرتا ہی نہیں چاہتے تو پھر سر کھپانے کا فائدہ "اس نے جلدی سے وضاحت کی۔

"کس حوریہ! یہ میری اما کے خلاف ہے۔ میں اسی اخبار میں کام کروں گا۔" وہ زور دے کر بولا۔ اریہ ان دونوں کے مکالمے بغور سنتی رہی مگر اس سے غفل نہیں دیا۔ اریہ اسے ساتھ لے کر پریس کلب چلی گئی۔ وہیں سے واپس آکر خبریں لکھنے اور پھر انہیں فائل کرنے میں خاموش وقت لگ گیا۔

وہ گھر لوٹی تو بہت عرصے بعد اس کی ملاقات سرینا سے ہوئی۔ وہ بہت گرجوٹی سے اس سے ملی مگر سرینا کے انداز میں وہ خلوص سہیں تھا جو کبھی اس کی شخصیت کا حصہ رہا تھا۔

"میرا بچہ ہو گیا ہے۔" وہ نونی پھونپی انگریزی میں بولی۔ حوریہ کے ذہن میں جو سوائل ایک عرصے سے سرینا کے حوالے سے اپنل چارہ تھے اس نے آج اسے انکار کی جرات دے دی۔

"سرینا! آپ نے شرجیل میں کیا دیکھا جو اتنی

بے دردی سے اس پر اپنا مدیہ خرچ کرتی رہیں۔"

"محبت کرتی ہوں میں شرجیل سے۔ پہلے یہ کتنا رہا کہ میں تم سے شادی کر لوں گا۔ اب کتنا ہے اسے میری رکعت پسند نہیں ہے۔" سرینا کا لہجہ دکھ سے بھرا ہوا تھا۔

شرجیل سے سرینا کی ملاقات کالج کورس میں ہوئی تھی۔ وہ مختلف سفارت خانوں میں کالج سکھاتا تھا۔ سرینا اسلام آباد میں فرانس کے سفارت خانے میں بجٹ سکرٹری تھی اس نے شرجیل سے کہا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ شرجیل کا کام بس اتنا ہوا کہ وہ سرینا کے ساتھ ساتھ رہتا کالج سکھاتا اس نے چھوٹا تھا۔ سفارت خانے کا پاکستانی عملہ شرجیل کا بہت مذاق اڑاتا۔ اسے عورت کی ککلی۔ لٹے والا کہا جاتا۔ سرینا دوبارہ شرجیل کو فرانس بھی لے جائی تھی۔ وہ اس کے بے دریغ پیسے خرچ کرتی شرجیل کے قہارم گھروالے

اس کی فیاضی سے کام نکل رہے تھے اب لون کے گھر میں ایک سے ایک قیمتی چیز موجود تھی۔ سرینا کی بدولت شرجیل اونچے حلقوں میں متعارف ہوا۔ اب جب سرینا کا بچہ ہو رہا تھا تو شرجیل نے بھی آنکھیں بدل لی تھیں۔

خولہ اور روہنی صاحبہ سمیت اسٹوڈنٹ بھی شرجیل زور دیا کہ سرینا سے شادی کر کے سب کچھ سنبھالے اور وہ شاید ایسا کر گزرتا کہ سرینا کی بدولت لب اس کے پاس اتنا کچھ تھا کہ وہ کسی بھی خوبصورت گورنی جی لڑکی سے شادی کر سکتا تھا۔

حوریہ کا دل دکھ سے جو بھل ہو رہا تھا۔ سرینا کی سرخ آنکھیں اور نونا ہوا لہجہ اسے کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔



احمد بٹ نے ملک میں بڑھتی ہوئی پرائیویٹ سیکورٹی ایجنسیز اور ان کے دائرہ کار کے بارے میں اسے ایک فیر لکھنے کا کام دیا تھا۔ اس ضمن میں اس نے

نے اسے بہت گھڑ کیا تھا۔ آج بھی اسی سلسلے میں وہ ایک پرائیویٹ ایجنسی کے مالک سے انٹرویو کرنے آئی تھی۔

مرکزی گیسٹ ہاؤس کی طرف بڑھی۔ وہ فونو گرافر عامر کے ساتھ پریس کارڈ دکھانے کے بعد اندر مرکزی عمارت کی طرف بڑھی۔

لکڑی کی شاندار سی میز کے عقب میں چیرہ بیٹھے اشعر منیر گیلائی کو پہچانے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کبھی بھی اشعر کے بارے میں جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اس کی یہ سلی موبوڈی کا اسے ذرا بھی علم ہو تو وہ یہاں کبھی بھی نہ آئی۔

اشعر کے چہرے پر انے تعلقات کی کتنی کاشانیہ تک نہ تھا۔ اس نے مکمل ہمت سے خود کو سنبھل لیا تھا۔

حوریہ بھی سر جھٹک کر ذہن میں ترتیب دیے سوالوں کو پڑانے لگی۔ عامر حوریہ کے ساتھ دوسرے صوفے پر بیٹھا صوفٹ ڈرنک اور دیگر لوازمات سے انصاف کرنے میں مصروف تھا۔ حوریہ نے سامنے ٹیبل پر دھری کھانے پینے کی کچھ چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ تازہ تو سوائل کر رہی تھی تاکہ جلد از جلد یہاں سے نکل سکے۔ اشعر کا چہرہ خلاف معمول سنجیدہ لگ رہا تھا۔

حوریہ انٹرویو میں مصروف تھی کہ ایجنسی کا دوسرا پارٹنر ولید خان بھی آیا۔ سیکورٹی ایجنسی دو دو ٹول مل کر چاہتے تھے۔ اب وہ ولید خان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ عامر درمیان میں تصویریں بھی بنا رہا تھا۔ انٹرویو کا مرحلہ تمام ہوا تو حوریہ نے انٹیمینٹ کا سانس لیا۔ اشعر گیلائی کا سامنا آسان نہیں تھا۔ اس نے منوں بوجھ سر سے اترتا محسوس کیا۔

"تم آج بڑے سنجیدہ لگ رہے ہو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس لڑکی کے آگے تمہیں ذہنی ہتھیار لگایا ہے۔ ویسے لڑکی بھی بڑی پیاری کم عمری دور نہ میرا واسطہ آج تک جن صحافی عورتوں سے پڑا ہے سب کی سب

چہرے سے ہی بہت تیز تکتی تھیں اور یہ لڑکی۔ اس سے اخبار سے آئی تھی بلکہ روزنامہ "نیان" سے آئی تھی۔ خود بھی ترو تازہ اور شاداب سی لگ رہی تھی۔ شاید نئی نئی اس فیلڈ میں آئی ہے۔" ولید خان مسلسل بول رہا تھا۔ اشعر نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تو وہ چپ ہو گیا۔

"اب اس لڑکی کے بارے میں ایک لفظ نہ کہنا۔" اشعر کا انداز دو ٹوک تھا۔

"کیوں پار! تم کیوں ناراض ہو رہے ہو؟ وہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟" ولید کو بھی غصہ اٹھ گیا۔ میں اس وقت گلاس دور دھکیل کر کرفٹ مقبول اندر داخل ہوئے۔ اشعر نے بمشکل تمام خود کو کمپوز کیا۔ وہ دونوں کا لچکا ناف سے اچھے اور گہرے دوستوں کی طرح ہاتھ پیر ہاتھ دو سرے سے دوستی بھا رہے تھے۔ آج پہلی بار اشعر ایک ایجنسی لڑکی کے لیے اس انداز سے پیش آیا تھا جو حیرت انگیز بات تھی۔

کرفٹ مقبول چلے گئے تو اشعر خفا خفا سا واپس آیا۔

"آئی ایم سوری پار! یہ نہیں کیوں مجھے غصہ آتا تھا۔"

"سچ کہو نا وہ صحافی تمہیں بھی اچھی لگی ہے۔" وہ چمک کر بولا۔

"نہیں ولید! یہ بات نہیں ہے اصل میں۔" اشعر نے اسے تمام کہانی سنا دی تو ولید نے ہر سوال کھوجتی نگاہ اس کے چہرے پر جمادیں۔

"مکمل ہے حوریہ اس طرح کی لگتی تو نہیں ہیں۔ ایک چھوٹی سی بات کے پیچھے گھر خراب کر رہی ہیں۔" ولید نے سنا دیا۔ "تم میں کیا کمی ہے جو... یوں ہی ہو رہا ہے۔ تمہاری شادی کا قصہ تو مجھے پتہ تھا مگر میں تو تمہیں نہیں کر سکتا تھا کہ حوریہ ہی تمہاری منکوحہ ہے۔" کی۔ اگر تم کہو تو میں بہت کر دوں؟"

"نہیں ولید! ایسا سوچنا بھی مت ہو سکتا ہے۔" محترمہ اپنی جگہ درست ہوں۔" وہ تاسف سے بولا۔

ولید نے سر اٹھتی نگاہ سے اسے دیکھا۔ ولید نے سر اٹھتی نگاہ سے اسے دیکھا۔ جبکہ نش "المباہ" مضبوط جسمت "عمدہ ڈرنک" کوئی جی بڑی اسے ٹھکرانے کی طاقت نہیں کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

اشعر کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حوریہ حق دق رہ گئی۔ "خولہ چچی خود اسے ساتھ لے کر اور آئی تھیں۔" "تمہارے مہمان آئے ہیں۔" وہ طنز پر مسکراہٹ اس کی طرف اچھل کر چلی گئیں۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" حوریہ نے اپنے لب لہجے کو سخت بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ "نہیں دیکھتے آیا ہوں۔"

"ہو تو اب تشریف لے جائیں۔" وہ بد تمیزی سے بولی۔ "اشعر اس کے قریب آیا۔"

"بہت اکرے تم میں۔"

"نہیں دار جو آگے بڑھنے کی کوشش کی۔"

"اور نہ کیا کر لو گی تم بولو۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"یہ سب سے ہو نہ چل کر رہی۔"

"تم جاب نہیں کر رہی؟ میرا صدمہ ہے۔"

"میں آپ کو دے دوں تو کیا ہیں مجھے حکم دینے والے؟"

"بڑی یہ سوال تم اس وقت کرتی جب رخصت ہو کر یا بل باؤس میں آئی تھیں اس وقت میں تمہیں لگا ہوا تھا کہ تمہیں سے بتا تاکہ میں کون ہوں؟"

"میں تم جاب نہیں کر رہی؟" وہ نے جانے ولید کی طرح اور ان کو کون تمہارے بارے میں کیا کچھ کہتا ہو گا۔"

"میں طرح اچانک آیا تھا اسی طرح چلا بھی گیا۔" وہ کی ساتوں میں ابھی تک اس کا بے باک لہجہ گونج رہا تھا۔ وہ دھک دھک کرتے دل اور منتشر اعصاب کو سنبھالتی بستر پر بیٹھ گئی۔

"بہا آیا حکم دینے والا؟ آئندہ جاب یہ نہیں ہو گی۔" حوریہ نے اس کی نقل اتاری۔ اس نے میں

حیر اور خولہ چچی اور آئیں۔

"یہ اشعر کیسے آیا تھا؟" سال جتنا معنی خیز تھا لہجہ اس سے زیادہ معنی خیز تھا۔ حوریہ پہ گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اسے ابھی ابھی احساس ہوا کہ دنیا والوں اور اس گھر کے مکینوں کی نگاہ میں اس کا اور اشعر کا تعلق کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ پھر خولہ اور حیر چچی تو ہمہ وقت دوسروں کی فوہ میں رہتی تھیں۔ لیکن کاموں رواں جاننے کو بے تاب تھا کہ اشعر کیوں آیا تھا۔ حیر کا خیال تھا وہ حوریہ کو زبردستی لے جانے کے لیے آیا ہے۔ خولہ کا کہنا تھا وہ طلاق کے کاغذات دینے آیا ہے مگر حوریہ نے گول مول سا جواب دے کر انہیں سخت یاس کیا۔

☆ ☆ ☆

رعنا باقاعدگی سے کلثوم سے ملنے جاتی تھی۔ اگر سلیم گیلائی بھی موجود ہوتے تو بڑی محبت سے پیش آتے۔ وہ نے اس دن کے بعد پلٹ کر بھی کلثوم کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی اور حوریہ تو ویسے بھی ذہن پروردہ تھی۔ کلثوم تین بار اس سے ملنے گئی اسے سمجھانے کی کوشش کر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سلیم گیلائی کی انلا طرفی تھی جو انہوں نے حوریہ اور اشعر کے تعلق کے حوالے سے کلثوم سے کوئی باز پرس نہیں کی۔

کلثوم نے حوریہ کو یہاں سے لے جانے کے لیے بہت زور لگایا۔

"میرے ساتھ چلو! کیلی کیسے رہو گی۔ کیلی لڑکی یا عورت بہت غیر محفوظ ہوتی ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی یہاں کم از کم مجھے شرمندگی کا احساس تو نہیں ہوتا۔" وہ خود کو حق بجانب تصور کرتے ہوئے حد سے گزر رہی تھی۔

پھر اس کے بعد کلثوم نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ حوریہ کی بل بھی اچھی طرح جان گئی تھی کہ وہ بہت دھرمی اور ضد پر اتر آئی ہے۔

☆ ☆ ☆

وہ "تیا دن" کے دفتر سے نکل کر حسب معمول بس اسٹینڈ کی طرف قدم اٹھانے لگی۔ اس کے پیچھے پیچھے کوئی اور بھی چل رہا تھا۔ وہ بس میں سوار ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چڑھ گیا۔ حور یہ اپنے اسٹاپ پر گھر سے کھلی فاصلے پر اتری تو وہ بھی اتر گیا۔ گھر تک اس کے پیچھے آیا تھا۔ جب وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی تب وہ واپس ہوا۔

حور یہ نے خود کو یہ کہہ کر سلائے کی کوشش کی کہ وہ اس کا وہم بھی تو ہو سکتا ہے۔ اگلے پورے ہفتے یہ معمول جاری رہا تو پہلی بار وہ خوفزدہ ہو کر نوٹس لینے پر مجبور ہو گئی۔

رم جیم بارش برس رہی تھی۔ آج وہ قدرے تاخیر سے انھی تھیں کیونکہ ایک سینار کی کوریج میں کھلی وقت لگ گیا تھا۔ وہ چار اپنے کردار اچھی طرح لپٹے چونکا نکاہوں سے سڑک سے ہٹ کر چلنے والے را بگروں کو دیکھتے ہوئے چل رہی تھی۔

اپنے پیچھے اسے مخصوص قدموں کی آہٹ سنائی دی تو اس کی حرکت حفر ہو گئی۔ بلکی چٹکی بوند ابادی جاتعدہ بارش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ بری طرح بھیگ چکی تھی۔

حور یہ نے قدرے رک کر دھندلاتی آنکھوں سے بس اسٹینڈ کی طرف ایک بار پھر دیکھا۔ وہ شخص بھی رک گیا تو حور یہ کا جی چاہا نور نذر سے دونا شروع کر دے۔ یہ سر اڑھیلے اور تاثرات والا شخص جس کے چہرے پر معنی خیزی مسکراہٹ کھیل رہی تھی گویا وہ زبان خاموشی کہہ رہا ہو کہ اب مجھ سے بچ کر کہیں جاؤ گی۔

جونہی اس نے قدم اٹھایا اس کی سرود توازن سے اسے لرز اٹھا۔

"رک جاؤ اور میری طرف دیکھو۔" حور یہ نے آج پہلی بار اس کی آواز سنی تھی۔ عجیب دہشت زدہ کردینے والی آواز تھی۔ میکا کی انداز میں حور یہ کے قدم وہیں ساکت ہو گئے اور نگاہ اس کی طرف اٹھی۔

اس کے ہاتھ میں دو میانی سائز کی بوتل تھی جس میں کوئی پانی جیسا گلگل بھرا ہوا تھا۔ "یہ تیرا آب ہے۔ میں اسے تمہارے خوبصورت چہرے پر پھینکوں گا۔" آف اس کا سارا بدن خوف سے ٹھہرا گیا۔

وہ سفید رنگ کی مارگلہ اسی طرف آ رہی تھی۔ حور یہ نے بلا سوچے سمجھے گاڑی کی طرف لفٹ لینے والے انداز میں ہاتھ بند کیا اور سڑک کی پروا کیے بغیر گاڑی کی طرف دوڑ پڑی۔ وہ شخص بوتل کا ڈھکن کھولے اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

گاڑی کا اگلا دروازہ کھلا۔ حور یہ کے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا جبکہ وہ آفت بھی اب اس سے چھوڑے قدم کے فاصلے پر تھی۔ حور یہ اندر بیٹھ گئی۔ وہ پراسرار شخص فٹ پاتھ پر کھڑا اسے خود سے دور ہوتا دیکھ رہا تھا۔

کتنی دیر اسے اپنے حواسوں پر قابو پانے میں لگا رہے پھر اس نے اس صوفی کی طرف چہرہ موڑ کر دیکھا۔ چاہا جس نے اس کڑت وقت میں اس کی مدد کی تھی۔

"آف ٹھنڈ۔" اس نے اپنے ہونٹ دانتوں سے کچل ڈالے۔ "یہ شخص کیوں اس سڑک سے گز رہا تھا اور میں کیوں اس گاڑی میں بیٹھی۔" پتہ نہ کہنے کے لیے اس نے لب کھولے مگر کوئی خیال آئے نہ خاموشی ہو گئی۔

"کچھ کوٹ۔ میرا تو خیال تھا کہ تم ابھی چلتی گاڑی سے اتر جاؤ گی۔" اشعر نے طعنے کا پہلا پتھر اس کی طرف لڑھکیا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم یہ جب چھوڑو گے تم نے نہیں سنا اگر تمہیں زندگی گزارنے کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ میں تمہیں دے دیا کروں گا۔" مجھ سے مانگ لیا کرو۔ آخر میرا فرض کیا ہے۔ "حور یہ کا چہرہ احساس توہین سے تپ کر رہ گیا۔ "تپ اپنے روئے اپنے پاس ہی رہیں میں کلا گری پڑی نہیں ہوں پھر میں کیوں آپ سے مانگوں۔"

وہ پھر آؤت ہو رہی تھی۔ اشعر نے اچانک سائیڈ پر گاڑی روک دی۔

"دیکھو حور یہ! کسی کی برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تم نے مجھے لیٹ ڈاؤن کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پورے خاندان میں ہمیں تمہارا ہٹانے کی کوشش کی ہے۔ عین شادی والے دن تم نے جو کچھ کیا کیا وہ کوئی ذی ہوش لڑکی کر سکتی ہے؟ لڑکیوں تو اپنے دل باب کی عزت کی خاطر جان سے گزر جاتی ہیں اور تم کسی بھی ہو جو خیر۔" اس نے سر جھٹکے۔

"اب تم کل سے آفس نہیں جاؤ گی۔" "تپ کیوں بار بار مجھے حکم دے رہے ہیں۔ میں کوئی آپ کی ماحمت تو نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے حور یہ صاحبہ! تم یوں نہیں مانو گی۔" وہ فطرتاً تو وہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ حور یہ دل سے کہہ رہی تھی کہ بالکل ساتھ لگ گئی۔

بجی بھی اپنے مطلب کی خاطر شکست قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سوچ کر اس نے بھی اپنی نون بدل لی۔

"آخر آپ کیوں پہنچے ہیں کہ میں جب نہ کروں۔" اس کے لیے میں اب پہلے جیسی ہٹ چھری اور ضد نہیں بھی اس لیے اشعر بھی نرم پڑ گیا۔

"دیکھو حور یہ! اب تم ہمارے خاندان کا ایک حصہ ہو۔ میری بیوی ہو۔ اگر تم چند ہزار کے لیے ان اخبارات کے دفاتر میں دھکے کھاؤ تو میری غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی۔ تم مانو نہ مانو میرا تمہیں چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ کلثوم آنٹی نے کہا ہے کہ میں ان کی خاطر نہیں برداشت کر لوں اور یہ کہ ایک دن تم خود ہی سمجھ جاؤ گی۔" مجھے اسی دن کا انتظار ہے۔ حور یہ زندگی بڑی مختصر سی ہے اسے کیوں غلطوں کی نذر کر رہی ہو؟ زندگی اتنی ارزانی تو نہیں ہوتی کہ اسے یوں ضائع کر دیا جائے۔ میرے پاپا اور چچو بہت اعلا عرف ہیں۔ تم جو کچھ کر رہی ہو وہ اسے تمہاری نالائی بہ معمول کر رہے ہیں اور اب بھی تمہاری بواپسی کا انتظار !

کر رہے ہیں۔" حور یہ کچھ نہیں بولی۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی پتھر سے اپنا سر پھوڑ رہا ہے۔ "اگر تمہیں جلب کرنا ہے تو تم میری اینجنی آجیو۔"

"کیوں نہیں میں؟" وہ پھر تپ ہوئی۔ "حور یہ! آئندہ مجھ سے اس انداز اور لہجے میں بات نہ کرنا۔ میں خادی نہیں ہوں۔"

"اچھا اب گاڑی چلاؤں۔" مجھے دیر ہو رہی ہے۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" اشعر نے ڈیش بورڈ کھولا۔ اس کا ہاتھ باہر آیا تو خاصی رقم اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ اس نے خاموشی سے حور یہ کی طرف بڑھائی۔

"یہ میں نہیں لوں گی۔" وہ اپنی انٹی خودداری کے ہاتھوں مجبور تھی۔

"یہ میں نہیں دے رہا ہوں۔ آنٹی نے دے دیے تھے۔" "بہر حال میں پھر بھی نہیں لوں گی۔" وہ فیملے کن انداز میں بولی۔

اچانک ہی اشعر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بلبل کر رہ گئی۔

"میں اس کا حق رکھتا ہوں۔" وہ اس کا لالہ بھجھو کا چہرہ دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بارش کی شدت میں

مزید تیزی آگئی تھی۔  
”کھڑکی؟“

”کون سے کمر؟“

”میرے کمر جو تمہارا بھی ہے۔“

”میرا کمر وہی ہے جس میں رہتی آئی ہوں۔“  
”میرا محل میرا جی چاہ رہا ہے نا تمہیں ساتھ لے  
جانے کو۔“ وہ موز کائے کائے پھر اس کی طرف جھکا تو  
خوریہ اس کا رونا بھرتاب کر دواڑے سے لگ کر بیٹھ  
گئی۔ وہ محل کھول کر نہلا۔  
اس کی نظروں اور لہجے کی بے باکی نے خوریہ کے  
تن بدن میں پھری سی دواڑی۔

\*\*\*

کوواک دن  
کہ جو کچھ بھی  
ہمارے پاس ہے  
سب کچھ تمہارا ہے  
کوواک دن

انصر شیو کرتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔ ورنہ برآمدے  
میں پڑی کرسی پر بیٹھی چائے کا کٹ تھا۔ آہستہ  
آہستہ چکیں لے رہی تھی۔ انصر کی توازیہیں تک  
آ رہی تھی۔

ستارہ سی جنہیں کہتے ہو

وہ آنکھیں تمہاری ہیں

جنہیں تم پھول سی کہتے ہو

وہ باتیں تمہاری ہیں

وہ ماضی کے ریک زاروں میں کھو گئی تھی۔ اشعر کو

بھی یہ گناہت پسند تھا۔ موقع بے موقع ورنہ کے آگے

گنگنا لاوراے پھینکتا۔

جنہیں تم شلخ سی کہتے ہو

وہ باتیں تمہاری ہیں

ورنہ کی چائے یوں ہی پڑے پڑے لٹھری ہو رہی

تھی۔ انصر نے وہیں سے اسے توازن لگائی۔

وہ خود اپنا کچھ نہ ہو۔

محبت واک دن

”جی کیا ہے؟“ وہ ہاتھ دوم کے دواڑے پہ کھڑی

تھی۔

”مجھے دھلا ہوا لڑکہ تو نکل دے۔“ وہ ریزہ دوش جیسے

پہ رکھتا ہوا بولا تو ورنہ جس سے سر ہلاتے ہوئے مڑتی۔

اگر سب کچھ یہ میرا ہے

تو سب کچھ بخش دو مجھ کو

انصر پھر شرمیں ہو گئی تو ورنہ کو قدم اٹھا دیا۔ پھر ہو گیا۔

وہ خود اپنا کچھ نہ ہو۔

محبت واک دن

اس نے دھلا لڑکہ انصر کے ہاتھ میں تھمایا تو اس کی

زبان رک گئی۔ وہ کچن میں پہنچی تو انصر کی توازیہ پھر آئے۔

”ایک تلخ سی مسکراہٹ ورنہ کے لبوں پہ رینکتے

گئی۔ اسد بھی تو کی کتنا تھا۔

یکدم ورنہ کو کونک ریخ کے پاس کھڑے، کھڑے

بڑے زور کا چکر آیا۔ اس نے شلیف کے کنارے کو

تھام کر خود کو کرنے سے بچایا۔

”ورنہ! یار باہر تو۔“ انصر نما کر آچکا تھا اور اسے

تواڑ دے رہا تھا۔ مسلسل خاموشی پا کر انصر کچن میں

آگیا۔ ورنہ وہیں بھی نہیں تھی۔ وہ وہاں کب رہے میں کیا

تو ورنہ کاہٹ پھرتا۔ کھور کشن کے سارے بیٹھے تھی۔

”ورنہ! کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا

تمہاری؟“ وہ بچوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے

تشویش سے بولا تو ورنہ نے اچھی نگاہوں سے اسے

کندھے سے دھرے اس کے بازو کو دیکھا اور پھر اس کا

ہاتھ ہٹاتے ہوئے چلائی۔

”قار کاڈ سیک“ میرا چچا چھوڑ دینا۔ مجھے اپنی مرضی

سے سانس لینے دیں۔ پلیز پلیز میں آزادی کے احساس

سمیت جینا چاہتی ہوں۔“ ورنہ کے یہ بیگانہ تیور

رکھائی سے بر الفاظ وہ کتنی اجنبی لگ رہی تھی۔

انصر کا جی انداز میں۔ دواڑہ تھا۔

”شاید تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔“ وہ چپا چپا کر

بولی۔

انصر روشن پریشان سا کمر سے نکلا۔ اس نے ہاتھ

بھی نہیں کیا تھا۔

ورنہ شادی سے لے کر اب تک پوری طرح اس پہ

کھلی نہیں تھی۔ انصر کی تمام تر کوششوں کے باوجود

اس سے بے تکلف نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے بے حد

قربت کے باوجود بھی خود سے بہت دور محسوس کرتا۔

ذہنی طور پر وہ اسے کہیں اور ہی پہنچی ہوئی لگتی۔ ہر بار

اسے یوں لگتا جیسے وہ اجنبی ورنہ سے مل رہا ہو۔ سرد

تکثیری طرح محسوس ہوتی جس میں زندگی کی کوئی

حرارت اور رقیق نہیں ہوتی۔

ورنہ نے کبھی اس کے پاس بیٹھ کر اس کے پسندیدہ

موضوعات پہ گفتگو نہیں کی۔ وہ ایک دواڑے کے سوا

کہیں بھی اس کے ساتھ باہر نہیں گئی۔ وہ اگر خود سے

ہٹ کر تا تو وہ جواب میں ہوں ہلی اور جی کے تین چار

تلفاظ سے زیادہ کچھ نہ بولتی۔

انصر کو جیسے موسم اور چاندنی راتیں بہت پر کشش

لگتیں۔ اس کا جی چاہتا تو ورنہ کے ساتھ برستی بارش

میں دواڑہ تک چلے۔ ٹھنڈی چاندنی راتوں میں حکایت

دل اسے بیان کرے۔ اس سے بتائے کہ وہ اسے دل

وجہ کی آخری حدوں تک چاہتا ہے اتنا زیادہ کہ انصر

کے ریشے ریشے میں اس کا نام لوہن کر گردش کرنا

جس وہ اسے دیکھ کر جیتا ہے۔

”مگر وہ اتنی اجنبی سی لگتی کہ وہ اپنے بہت سے

خوبصورت نازک چہرے کا کھانا کھوٹتا ہے۔“

جب رات گئے وہ لوٹا تو ورنہ وہیں تھی۔ انصر نے

ایک نظر بند کمرے کے دواڑے کی طرف دیکھا اور پھر

کیست دوم میں آکر لیٹ گیا۔

”مجھے میری مرضی سے سانس لینے میں آزادی

کے احساس سمیت جینا چاہتی ہوں۔“ اسے ورنہ کی

صبح کی گفتگو یاد آئے گی تو خیر اس کی آنکھوں سے

خشیت خائب گئی۔

\*\*\*

روز بہتیکم کی بھانجی کی شادی تھی۔ انہوں نے

شور کوٹ، انصر کو فون کر کے بتایا تھا مگر اس نے آنے

سے معذوری ظاہر کر دی۔

”جی! میں ایک کورس کے سلسلے میں چار ہفتوں

کے لیے سو رہا ہوں۔ جا رہا ہوں، اس لیے نہیں

آ سکتا البتہ ورنہ کو بھیج دوں گا۔ ٹھیک بھائی سے کہیں

ایئر پورٹ سے ریسو کر لیں۔“ پھر اس نے دواڑے کے

مطابق ورنہ کو بھیج دیا۔

وہ شام کو آئی تھی۔ روز بہتیکم نے اسے بتایا کہ

شمال ہسپتال میں ہے۔ روز بہتیکم کی پچھو تھیں

اس لیے آنے والے مہمان کے لیے انہوں نے بے

شمار چھوٹی موٹی چیزیں تیار کی تھیں۔ ورنہ کو ساتھ لے

کر ہسپتال پہنچیں۔

خولہ چچی غزل اور حیرا چچی بھی وہیں دینگ دوم

میں موجود تھیں۔ اسد، شرجیل کے ساتھ کھڑا تھا۔

روز بہتیکم کے سلام کا جواب اس نے خوشدلی سے دیا

اور دوبارہ شرجیل سے باتوں میں کمن ہو گیا۔

روز بہتیکم دیکر خواتین کی طرف آنکٹیں۔ ورنہ

وہیں کھڑی رہی۔ اسد، شرجیل سے کہہ رہا تھا۔ ”جب

بیوی میں بن جائے تو مرد کو لانا“ اپنے لیے ایک محبوبہ

ڈھونڈنی چاہیے۔“

”بھائی جان! آپ بھی باپ بنے جا رہے ہیں۔

آڑے دھوئیں کے لیے کوئی محبوبہ ڈھونڈنی چاہیں؟“

شرجیل بے تکلفی سے بھائی کے شانے پہ ہاتھ مار کر

بولی۔

”یار! میری محبوبہ تو قتل ریڈی موجود ہے۔ مجھے یاد

کر کے اب بھی آجیں بھرتی ہوگی۔“ اسد کن آنکھوں

سے ورنہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”بھائی جان! آپ کے تو ہمیشہ ہو گئے۔ میں بھی

آپ والی حکمت عملی اپنائوں گا۔ وہ سیاہ سر ہوتا میرے

پچھے پڑ گئی تھی کہ شادی کر لو شادی کر لو وہ بیوی تو کیا

محبوبہ بننے کے بھی لائق نہیں ہے۔“ شرجیل حقارت

سے سر ہاتھ کر کر رہا تھا۔

ورنہ کا چہرہ حواں دھواں ہو گیا۔

”بر دوم کا دواڑہ کھلا سفید اور تل میں لمبوس ڈاکٹر

نے اسعد کو بچی کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو وہ بے تابی سے شامل کے پاس پہنچا۔ ورنہ واپس گھر تائی تو احساس جرم حد سے زیادہ ہو چکا تھا اسعد کی گھٹیا سوچ اور غامیانہ طرز فکر نے آج اسے بہت دکھ دیا تھا۔ اسے لگا جیسے یہ کسی تلویذی زنجیر کی آخری کڑی تھی جس سے وہ آزاد ہو گئی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا انہر کی زندگی میں وہ نئے سرے سے داخل ہو رہی ہے۔ کلثوم کی ایک بات اسے یاد آ رہی تھی جو انہر سے اس کا رشتہ طے ہونے کے بعد سے کتنی رہی تھی۔

"خدا جب ہماری کوئی پسندیدہ چیز لے لیتا ہے تو اس کے بدلے میں بہترین چیز عطا کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت ہم اس مصلحت کو نہیں سمجھتے۔" ورنہ بھی اس حقیقت سے آگاہ ہو گئی تھی کہ اسعد اس کی پسندیدہ چیز تھا اور انہر اس کے لیے بہترین تھا۔ بے شک خدا بہترین چیز ہی ہمیں دیتا ہے۔ پسند تو ہمیں بہت کچھ ہوتا ہے چاہے وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہی ہو مگر اوپر والا کب ہمارا نقصان چاہتا ہے اسے پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے لیے کیا اچھا ہے سو اس نے انہر کو ہی اس کے نصیب میں لکھا تھا۔

\*\*\*

حوریہ اور ورنہ کو یکے بعد دیگرے فون موصول ہوا تھا۔ "تمہاری امی ہسپتال میں ہیں۔ فوراً آ جاؤ ورنہ شاید تم لوگ بہت بچھڑاؤ۔" سلیم صاحب کمزور لیجے میں کہہ رہے تھے۔ آگے پیچھے ہسپتال پہنچی تھیں۔ کلثوم بڑھل سے انداز میں بستر پہنچی ہوئی تھی۔ وہ محض بیویوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔ شبلی برکت ماند پر گئی تھی۔ آنکھیں جیسے گڑھوں میں دھنسی ہوئی تھیں۔

"پی! آپ کو چند ماہ میں کیا ہو گیا ہے۔" ورنہ کی ساری ناراضی بھاپ بن کر اڑنی وہ بے اختیار اس کمزور سینے سے لپٹ گئی حوریہ کو بھی حوصلہ ہوا جبکہ رعنا پہلی بولیں موجود تھیں۔

"میری بچیو! مجھے معاف کرو۔ حوریہ! تم بھی مجھے معاف کرو۔ میری ایک آخری التجا ہے چپ چاپ اپنے سر پر چلی جاؤ وہ لوگ تمہیں کوئی طعنہ دے بغیر قبول کر لیں گے۔ بس سمجھ لو یہ میری آخری خواہش ہے۔" وہ بڑا امید نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ حوریہ خاموش رہی۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تم لوگوں کی خاطر وہ سری شلوی کی مگر اس میں میرا تصور اس حد تک ہے کہ میں نے تم لوگوں کو آگاہ نہیں کیا اور ایک سبب بھی نہ صرف تم لوگوں سے بلکہ سلیم صاحب سے بھی پھیلایا کہ ایس ایم برادرز میں جناب کرتے ہی مجھ پر کینسر ٹیپسی موزی بیماری کا انکشاف ہوا تھا۔ اس وقت میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے سامنے تم تینوں کا تھا۔

اور مستقبل تھا۔ سلیم صاحب نے مجھے شلوی کی پیش کش کی تو میں خود غرض بن گئی پھر میں نے سلیم صاحب سے کہا کہ جلد از جلد میری بچیوں کے لیے اچھے رشتے تلاش کریں۔ انہوں نے غلوں میں نیت سے میرا ساتھ دیا۔

میں نے شاید اپنی غرض کے لیے ہی سلیم صاحب سے شلوی کی اور انہیں اپنی بیماری سے بھی باخبر رکھا۔ خدا مجھے معاف کرے کلثوم جیسے تھک کر خاموش ہو گئی تھی۔

سلیم گیلانی نے ڈاکٹروں کا پورا پیس بٹھلایا تھا مگر کلثوم کی بیماری اس بلا خلاق حد میں داخل ہو چکی تھی۔ اس کی زندگی اور صحت یابی کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔

اور پھر تینوں کی موجودگی میں ہی کلثوم نے دم توڑا۔ اس کی موت پہ حوریہ سب سے زیادہ تڑپ تڑپ کر رہی تھی۔

سلیم گیلانی کی رہائش پر تعزیت کے لیے آئے والوں کا ہنسا بندھا ہوا تھا۔

وہ تینوں بہنیں بھی مل کی میت کے ساتھ سلیم گیلانی کے گھر تائی تھیں۔

\*\*\*

وہ دار و دلہیز روز انہر چھبیس بیٹھ بیٹھ کے لیے لڑ پڑا۔ یہاں سے روزینہ بیگم اسے نور نذر سے اور ان تین محرومہ تو پھر کے بت کی مانند سناکت

تال۔ خبر غلط ہو انہر زندہ ہو تو وہ اسے بتائے کہ یہاں سے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ میں اسعد کی موت کتنی ہوں۔"

ابو نے غلط کہیں ہو سکتی تھی۔ ان کا پورا گھر لوگوں پر ہوتا تھا۔ یہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ۔ انہر نورس کے لڑو انوں نے انہر کا نبوت اٹھایا تھا۔ لوگ خود بخود راستے سے ہٹے جا رہے تھے۔

یہاں سے وہاں پہ چل کے گیا تھا اور اب کندھوں پہ لگے آیا تھا۔ یاد دہی لڑو انوں نے نبوت کھلی رکھا تھا۔ وہاں سے اب قدرے پیچھے ہٹ کر سر تھکائے اور انہر کے پاس سے گزرتے تھے۔

ان کی کا نبوت قوی پرچہ سے ڈھکا ہوا تھا۔ سب ان کی انہر کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ان کا ہنسا مسکراتا۔ ان کی اونٹ میں تھا وہ پتھر۔ انداز میں ان کے پاس کھڑی تھی۔ عورتیں اسے ڈانٹنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

وہ دار و دلہیز چھبیس چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" اور عورتیں مار مار کر رہنے لگی۔ پتھر کے ٹپٹے میں لگی گئی۔ روزینہ بیگم ورنہ کی چیخوں کی آواز سن کر وہاں اپنے کمرے سے باہر نکلیں ان کے پیچھے وہاں صاحب تھے۔

انہر بنی کیا ہوا؟ کیا کوئی خوفناک خواب دیکھ لیا تھا؟ ان کے چہرے پہ پھیلتے آنسو نظر انداز کرنے میں نہیں تھے۔

انہر نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔" وہ ان کے پاس لگی اب بھی سسک رہی تھی۔ وہ ہولے ہولے کی پینہ چھپکنے لگیں۔

انہر کا خواب ہی تھا مگر کتنا بھیانک خواب

انہر کی بہت زیادہ یاد آ رہی تھی۔" وہ

شرارت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"فکر نہ کرو پرسوں وہ کورس کھیلٹ ہونے کے بعد آ رہا ہے۔ دس دن کی چھٹی بھی مل رہی ہے۔ تم سو رہی تھی جب انہر کا فون آیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہاں کتنی تو اس نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور شکرانے کے لواقل ادا کر کے انہر کی درازی عمر کے لیے دعا مانگی۔ اپنی کوتاہیوں کی رعب سے معافی طلب کی۔ دل میں اترتے ڈھیروں سکون نے اسے سورا کر دیا تھا۔

ای کی بیوی کے بعد کی زندگی نے اسے زندگی کی ایک سچ حقیقت سے روشناس کر دیا تھا اور وہ بچھٹانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ انہر سے ایک نئے رنگ میں ڈھل کر ملنا چاہتی تھی۔

وہ رنگہ جو چاہت کا ہوتا تھا وہاں کا تھا ہوتا۔

وہ انہر کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ ایک نئی ورنہ سے مل رہا ہے جس کے دل میں صرف اس کی محبت ہے۔ ورنہ نے اپنا سب سے اچھا سوٹ پہنا تھا۔ غزالہ بھابی جو مندی لگانے میں غافلان بھر میں مشغور تھیں ان سے مندی لگوائی تھی۔ روزینہ بیگم انہر کی پسندیدہ ڈشز پکوا رہی تھیں اور خود بھی کچن میں غاساں کی مدد کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

ورنہ سوٹ ڈش کے اوپر پھلوں کے ٹکڑے کاٹ کٹ کر فاسٹ سے سجا رہی تھی۔ انہر کے آنے پہ روزینہ نے اسے زبردستی کچن سے باہر نکالا۔

وہ شبلی کے لئے لائے گئے گفٹس کھول رہا تھا۔ ورنہ نے جھپٹتے ہوئے سلام کیا تو انہر نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی۔ ورنہ نے پتکوں کی جھال کر لٹی۔ پاس بیٹھی غزالہ بھابی ان دونوں کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ انہر بلبل لائٹوں والی شرٹ اور چنٹ میں بیچنگ ٹائی لگائے بیٹھ کی طرح فریٹش اور انبارٹ لگ رہا تھا۔ سب اس نے اور بھی چھوٹے کر دیا ہے تھے جو اس کے چہرے پہ سوٹ کر رہے تھے۔

"انہر! ورنہ تمہارے بغیر بہت اداں ہو گئی تھی۔

میرے برے خواب آنے لگے تھے ایک رات چھبیس



مارنے لگی کہ میں نے انہر کو خواب میں مرتے دیکھا ہے۔

"واقعی؟" وہ خوشگوار حیرت سے چار ہوا۔

"کیوں ورنہ بتاؤ نا۔" فرالد نے اسے ٹھوکا دیا تو وہ شرمندہ سی ہو کر وہاں سے اٹھ گئی۔

ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد انہر آرام کرنے کے لیے کمرے میں آیا تو ورنہ نے بھی اسی وقت نماز مکمل کر کے بنا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

وہ اسے پوری محویت سے دیکھنے لگا۔ ورنہ جاد نماز تہ کر کے رکھی اور سچ سچ کہہ رہی تھی۔ وہ نے انہر کے پاس نیچے زمین پر بچے کا پرٹہ بیٹھ گیا۔

"انہر! آپ وہاں ٹھیک تو رہتے ہیں۔ میں نے آپ کو بہت مس کیا۔" ورنہ کے ہاتھ انہر کے ہاتھوں پر دھڑکے ہوئے اسے ایک نئی کہانی سناتے محسوس ہو رہے تھے۔ نہ پہلی بار بے تکلفی سے خود اس کے پاس آئی تھی۔

انہر خود کو آہٹوں میں ڈالتا محسوس کرنے لگا۔ اس کی ذات کا ادھورا پن مکمل ہو گیا تھا۔ انہر نے اس سے کچھ نہیں پوچھا نہ ورنہ نے کوئی وضاحت کی۔

"انہر! اب آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں نے پہلے تم سے کوئی شکایت کی ہے جو تم کہہ رہی ہو۔"

"بس مجھے پتہ ہے نا، میں نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی انگلیاں چٹکارتی تھی۔ انہر نے اس کے لیے اپنے دل تک آنے والے سارے راستے کھول دیئے تھے۔



اشعر بنس بنس کر حوریہ کو اپنی کارگزاری بتا رہا تھا۔

"احمد رضا کو میں نے ہی تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ احمد رضا آری کارخانہ فوجی ہے اور ہماری سیکورٹی انجینیئری کا سب سے فرض شناس اور تیز بند ہے۔"

"اگر وہ سچ ہے تو مجھ سے تیزاب ڈال دیتا یا گھبراہٹ میں

ایسا کر بیٹھتا تو۔" حوریہ زور سے پتے سے ٹکرائی۔

اشعر نے اسے نرمی سے اپنے حصار میں لے لیا۔

"اس بول میں تیزاب تھا ہی کملی عام بات ہے۔"

"تجسس بیوقوفانہ نظر آتا ہے۔"

"تجسس بڑے جو کہ بڑے ہیں آپ۔"

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہے میری بہن۔"

"یہ محبت درمیان میں کملی سے آئی۔"

بو جہ کر اسے چڑا رہی تھی۔

"اسی طرح جس طرح تم میرے گھر بھری۔"

مجھے ڈسٹرب کرنے آئی تھیں۔"

"اچھا جانی میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا تھا۔"

"ہاں۔"

"اشعر! شکر ہے کہ مجھے بروقت عین آواز

جاننے کیا ہوتا۔"

"ہو آگیا اللہ ہی حافظ ہوتا۔" وہ اس کے ہاتھ

کھینچنے ہوئے بولا۔

آن جن کے ہاں ورنہ اور رونا کی دعوت تھی۔

اپنی مگرانی میں تمام انتہائیت مکمل کروا رہی تھی۔

کی گود میں باری سی بچی تھی جو چند ماہ کی تھی۔

اسے بار کرنے لگی۔ رعنا نے شوہر اور بچی کے

بست بستر اور آسودہ علی نظر آ رہی تھی۔

کھٹو کی ترقیاتی راننگاں نہیں گئی تھی۔ اس کے

منہ کی تصویر بڑی مکمل تھی۔ زندگی کے سارے

نمایاں لگ رہے تھے۔

کلیشوم زندگی کی آزمائشوں میں نہیں بھی ہلا

ہوئی تھی نہ اس نے بہت باری تھی۔ اس کے

حوصلے اور قوت بازو پر بھروسہ کر کے ناقابل

حالت کو شکست ہی تھی۔

اگر وہ حوصلہ بار کر بیٹھ جاتی تو کیا ہوتا؟

خوبصورت ہوتی؟

شاید نہیں۔!